دائمی رضامندی

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نِالْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ يَقُوْلُوْنَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيَقُوْلُ: هَلْ رَضِيتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضَى، وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، فَيَقُوْلُ: أَنَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالُوْا: يَا رَبِّ وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَالِكَ فَيَقُوْلُ: أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي، فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا.)) (صحیح بخاری، رقم: ٦٥٤٩)

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا کہ اے جنت والو! جنتی جواب دیں گے ہم حاضر ہیں اے ہمارے پروردگار! تیری سعادت حاصل کرنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا اب تم لوگ خوش ہوئے؟ وہ کہیں گے اب بھی بھلا ہم راضی نہ ہوں گے کیوں کہ اب تو تو نے ہمیں وہ سب کچھ دے دیا جو اپنی مخلوق کے کسی آدمی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تمہیں اس سے بہتر چیز دوں گا۔ جنتی کہیں گے اے رب! اس سے بہتر اور کیا چیز ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب میں تمہارے لیے اپنی رضامندی کو ہمیشہ کے لیے دائمی کردوں گا یعنی اس کے بعد کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا۔“

دعا کی اہمیت وفضیلت ①

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝﴾ (البقرة: ۱۸٦)

''اے نبی! میرے بندے جب تم سے میرے متعلق پوچھیں (کہ اللہ دور ہے یا نزدیک؟ تو انہیں بتادو) کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ جب کوئی دعا کرنے والا دعا کرتا ہے تو میں قبول کرتا ہوں۔''

لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔

ایک بندہ مومن کے لیے دعا ہی ایک ایسا ہتھیار ہے جسے وہ جب چاہے استعمال کرسکتا ہے۔ دعا ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے لیے نہ کوئی وقت، نہ ہی کوئی جگہ متعین اور نہ ہی کوئی طہارت لازمی ہے۔

۱: دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءِ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ .))

(ترمذی، كتاب القدر، باب ما جاء لا يرد القدر إلا الدعاء: ۲۱۳۹)

''تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں بدل سکتی اور عمر میں نیکی کے علاوہ کوئی چیز اضافہ نہیں کرسکتی۔''

۲: دعا اللہ کے ہاں سب سے بڑا عظمت والا عمل ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ليس شيء أكرم على الله من الدعاء .))

(ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما جاء في فضل الدعاء، رقم: ۳۳۷۰ ـ صحيح الترغيب: ۱٦۲۹)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ عظمت والا کوئی عمل نہیں۔''

۳: آفات ومصائب کے لیے فائدہ مند ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل فعليكم عباد الله بالدعاء .))

(ترمذی، كتاب الدعوات، باب دعاء النبي، رقم: ۳۵٤۸ ـ صحيح الترغيب: ۱٦۳٤)

''بے شک دعا، ایسی آفات جو نازل ہوچکی ہیں اور ایسی جو ابھی نازل نہیں ہوئیں سب کے لیے فائدہ مند ہے اس لیے اے اللہ کے بندو! دعا کو لازم پکڑو۔''

٤: خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا .))

(ابوداؤد، كتاب الصلاة، باب الدعاء، رقم: ۱٤۸۸ ـ صحيح الجامع: ۱۷۵۷)

''بے شک تمہارا ربّ تبارک وتعالیٰ بہت حیا کرنے والا کرم والا ہے بندہ جب اس کی طرف اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ وہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔''

(عبدالرحیم بلتستانی)

فهرست

اداریہ

جو اماں ملی تو کہاں ملی؟

حافظ احمد شاکر

اسلام امن، انصاف، ہمدردی، خیرخواہی اور عمل کا دین ہے۔ نبی ﷺ کے ارشاد کا یہ مفہوم ہے کہ ''تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں کہ جب جسم کے کسی عضو ......یعنی مسلمان......کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم......یعنی ہر مسلمان...... درد محسوس کرتا ہے۔'' یہ تو ماضی قریب ہی کی بات ہے کہ کشمیر، افغانستان، فلسطین، چیچنیا، سربیا، قبرص، عراق غرضیکہ دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی کفار نے مسلمانوں پر ظلم کیا، جبر کے پہاڑ توڑے اور خون مسلم سے زمین ارغواں کی یعنی مسلمان کہیں بھی اور کسی بھی قسم کی تکلیف یا اذیت میں مبتلا ہوئے تو دنیا بھر کے مسلمان تڑپ تڑپ اٹھے اور دامے درمے، قدمے......حتیٰ کہ جانے تک بھی......مسلمان اپنے بھائیوں کی مدد کو لپک کر پہنچے اور دنیا بھر کے مسلمانوں نے ممکن حد تک...... جانی و مالی......تعاون کیا اور عموماً وہ نتیجہ کے حصول تک حسب احوال وظروف کفار کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ چناں چہ اپنے پڑوسی افغانستان کی صورت حال تو ہمارے سامنے ہے کہ نہتے افغانوں پر جب روس نے فوج کشی کی تو مسلمان اسی وقت اپنے بھائیوں کی مدد کو پہنچ گئے اور جب تک افغانستان سے روس کو نکال باہر نہیں کیا دنیا بھر کے مسلمان چین سے نہ بیٹھے اب طاغوت یعنی امریکہ روس کے بعد صلیب کا بغض لیے اپنی روائتی عیاری ومکاری سے افغانستان میں داخل تو ہوگیا لیکن اب اس کو نکلنے کے لیے ریوڑ کی کسی ایسی بھینس کی تلاش ہے جس کی دم پکڑ کر وہ افغانستان سے یہ کہتا ہوا نکل سکے کہ میں نے نکلنا تو نہیں تھا مگر یہ بھینس مجھے کھینچ لائی ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تکوینی امر سے ہمیں یقین ہے کہ امریکہ اب افغانستان ہی نہیں عراق سے بھی بلکہ دنیا میں جہاں جہاں اس نے مسلمانوں پر جبر وظلم کے پنجے گاڑے ہوئے ہیں وہ ہر جگہ سے ان شاء اللہ ذلیل ورسوا ہو کر نکلے گا کہ ارشاد الٰہی کے مطابق ''اللہ تعالیٰ نورِ ہدایت کو پورا کرنے والا ہے کافر اگرچہ ناپسند ہی کریں۔'' (سورہ توبہ وسورہ صف) اور دوسری جگہ فرمایا کہ ''وہ بھی تدبیر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر تدبیریں کرنے والا ہے۔'' (آلِ عمران)

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک بہترین انعام جہاد ہے۔ جہاد...... جانی و مالی......ایک ایسا بابرکت عمل ہے جو دنیا میں قیام امن کا بہت بڑا سبب بنتا رہا اور اب بھی بن سکتا ہے۔ اور یہی وہ لفظ جہاد ہے جس نے ایک طویل عرصہ سے صلیب، یہود اور ہنود کی نیندیں اڑا رکھی ہیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی دسیسہ کاریوں کا ان صفحات میں کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ حدیث شریف کے مطابق چوں کہ جہاد نے قیامت تک جاری رہنا ہے اس لیے اغیار کی ہزار کوششوں اور سازشوں کے باوجود جہاد اب تک نہ ختم ہوسکا اور نہ کبھی ہو سکے گا کہ یہ ایک ایسا جذبہ ہے جس کو جتنی طاقت سے دبایا جاتا ہے یہ اتنے ہی زور سے ابھرتا اور دوبارہ پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ بیدار ہوجاتا ہے۔

ہم سب نے اس کا تازہ مشاہدہ گزشتہ صدی کی آخری تین دہائیوں میں جنگ افغانستان کے موقعہ پر کیا ہے کہ مسلم امہ میں جذبہ جہاد اس شدت کے ساتھ نئے سرے سے ابھرا اور اس نے ایسی انگڑائی لی ہے کہ دنیائے کفر پر اب تک لرزہ طاری ہے۔

کفر واسلام میں ایک امتیاز یہ ہے کہ کفر کی لشکر کشی کا مقصد صرف اپنے ملک کی وسعت ہوتی ہے اور اسلام کا ہدف اعلائے کلمۃ اللہ یعنی دین اسلام کی دعوت ہوتی ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ کفر چھوٹے اور ترقی پذیر ممالک کو زیر کرنے کی بے کراں خواہش کے ساتھ ان ممالک میں ترقی اور معیشت کے لیے امداد کے نام پر داخل ہوتا ہے اور پھر ان کی ثقافت پر اثر انداز ہو کر ان کے گلے میں طوق غلامی ڈالنا اس کا ہدف ہوتا ہے۔ جب کہ اسلام کسی ملک پر حملہ آور ہونے کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ جو ممالک اسلام کی قلم رو میں آجائیں اسلام ان کے مال، جان اور عزت کی ذمہ داری قبول کرتا اور عوام تک اپنے عمل وکردار سے دین اسلام کی دعوت پہنچانے میں کوشاں رہتا ہے۔

خریطۂ عالم پر سورج کی طرح یہ روشن ہے کہ اسرائیل، ایک ناجائز مملکت ہے جو عربوں کی غصب شدہ زمین پر قائم کی گئی اس ناجائز حکومت کو امریکہ کی شہہ ہی

نہیں سر پرستی بھی ہمیشہ حاصل رہی کہ امریکہ اقتصادیات میں یہودیوں کا مرہون ہے۔اسرائیل کے اردگرد کے اسلامی ممالک کے سربراہان کی اکثریت چوں کہ دین اسلام پر عمل میں کوتاہ بلکہ غیر معمولی کوتاہ اور مغربیت 'جس کے ڈانڈے الحاد سے جاملتے ہیں' سے مرعوب بلکہ مغرب ان کی غیراسلامی اور غیراخلاقی سرگرمیوں کا رازدان بھی ہے جن کے یہ عادی ہوچکے ہیں۔اس لیے ان کی آنکھیں نیچی ہیں۔لہٰذا اب اسرائیل کفر کی روایتی خواہش وسعت پذیری کو ایڑی لگا کر دائیں بائیں کے اسلامی ممالک بلکہ چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے امن وامان کو خطرے میں ڈال رہا ہے اور طاغوت بادشاہتوں کے خلاف فضا کو مسموم کر کے اور جمہوریت کے سراب سے ان ممالک کے عوام کو بہلا بلکہ بہکا رہا ہے لیکن بادی النظر میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا مقصد ان چھوٹے مسلم ممالک کو غیر مستحکم کر کے اسرائیل کو وسعت دلانا ہے جس کو خاکم بدہن ان چھوٹے چھوٹے اسلامی ممالک کو ہڑپ کرنا بھی کہا جاسکتا ہے۔و العلم عند الله

ہمارے خیال میں دنیائے کفر نے مسلم امہ کو یرغمال بنانے کے جو خواب ١٩٨٠ء کے لگ بھگ عراق ایران جنگ کی صورت میں دیکھے تھے اس کا پہلا نشانہ تو روس نے افغانستان کو بنایا تھا لیکن بتوفیقہٖ تعالیٰ مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی بدولت اور افغان مسلمانوں کی غیر معمولی مزاحمت نے کفر کو پریشان کردیا۔اس موقعہ پر جال میں پھنسے ہوئے شکار......روس......کو نشانہ بنانے کا امریکہ کو بھی موقعہ مل گیا روس تو پاش پاش ہوگیا لیکن امریکہ روس کی اس شکست کو اپنی حکمت عملی، دولت اور مدد کا کارنامہ قرار دینے لگا جب کہ یہ کامیابی جذبۂ جہاد کی برکت سے ہوئی۔ہاں مسلمانوں نے امریکہ سے اسلحہ بھی لیا اور جنگ میں دیگر مفادات بھی اٹھائے، امریکہ نے کسی خوش فہمی میں مبتلا ہوکر اور کفر کی خواہش وسعت پذیری یا خاکم بدہن اسلام کی مغلوبیت کا سوچ کر پہلے عراق اور پھر افغانستان میں پنگا لے لیا جس میں وہ اب اس حد تک پھنس چکا ہے کہ وہ وہاں سے نکلنے کا راستہ تلاش کر رہا ہے اور اسے راستہ مل نہیں رہا۔اس کے خیال میں عراق وافغانستان میں اس کی ناکامی کا سبب بعض عرب ممالک کا وہ مالی تعاون تھا جس کے بل پر عراق وافغانستان کے مجاہدین اب تک اس کے قابو میں نہیں آرہے، حالاں کہ اگر مال سے جنگ جیتنی ممکن ہوتی وہ ویت نام سمیت کہیں بھی نہ ہارتا اس لیے اس نے اب ان مسلمان ریاستوں کو ہدف بنالیا ہے جہاں سے اس کے خیال میں ریفنڈنگ ہوتی تھی۔لیکن آثار یہ نظر آرہے ہیں کہ ان ممالک میں بھی اب اس کی خواہش کے برعکس ان شاءاللہ دین اسلام ہی ابھرے گا۔یعنی جو اسلام کی نام لیوا ریاستیں اور حکمران اپنے لبرل ازم اور قومیت کے بتوں کی پرستش کر رہی تھیں اب وہاں کے عوام میں ان شاءاللہ اسلام کا احیاء ہوگا اور وہاں کے عوام بعث پارٹیوں جیسے سیاسی فکر کو روند کر دین اسلام کا جھنڈا بلند کریں گی اور یہ سب کچھ ان شاءاللہ علمِ جہاد کے سائے تلے ہوگا۔

اسرائیل کے قیام کے دنوں طاغوت نے عرب ممالک میں قومیت کا پرچار اس طرح اور اس شدت سے کیا تھا کہ مصر، عراق، شام، اردن وغیرہ ممالک اپنے خیالات اور سیاسیات کا منبع ومرکز عرب قومیت ہی کو بنا کر سہل پسندی اور عمل گریزی کی شاہراہ پر بگٹٹ دوڑنے لگ گئے تھے۔معمر قذافی ان سے بھی آگے بلکہ شاید بہت آگے تھے اور ان سب سربراہوں اور ان کی حکومتوں نے اسلام کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ اسلام قصۂ پارینہ بننے لگا، تاہم مشیت الٰہی سے جلد انہی ممالک سے بتوفیقہٖ تعالیٰ ایک ایسی نسل نمودار ہونے لگی 'جن کی اگرچہ تعداد بہت تھوڑی تھی' لیکن ان کے دل کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دینی علم، دین پر عمل اور دین کے غیرت بے پایاں سے نوازا تھا وہ اپنے اپنے ممالک میں جبر واکراہ کے بغیر راہ راست یعنی صراطِ مستقیم کی طرف حکمت وموعظت کے ساتھ دعوت دیتے رہے۔اب دیکھئے عراق جو لبرل ازم یا عرب قومیت کا سب سے بڑا علمبردار تھا اس کے سربراہ کا انجام تاریخ میں عبرت ناک باب بن چکا ہے اب عراق میں وہی مجاہدین میدان کارزار میں برسرپیکار ہیں جن کو ساری عمر صدام رگیدتا رہا۔

؎ حقیر سمجھ کر جنہیں بجھا دیا تو نے ۔۔۔ وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

مصر میں جنرل ناصر کے بعد سادات آئے پھر ان کی غیر طبعی موت کے بعد حسنی مبارک آئے اور وہ بھی اب تاریخ کے کٹہرے میں کھڑے اپنے اندوہ ناک انجام کا انتظار کر رہے ہیں ایسے ہی اردن اور شام کو غیر مستحکم کرنے کی جو عالمی کوششیں جاری ہیں ان کا انجام بھی ان شاءاللہ اسلام کے غلبے کی صورت میں نکلے گا۔اخبارات میں ایک خبر یہ بھی آئی ہے کہ اب لیبیا میں بھی مجاہدین پہنچ چکے ہیں حالانکہ معمر قذافی کا کردار بحیثیت مسلمان کبھی قابل رشک نہیں رہا لیکن چوں کہ ہیں وہ مسلمان اس لیے دنیا کے مسلمانوں نے ان کی مدد کو ضروری جانا اور مسلمان وہاں پہنچ گئے کہ ''جسم کے ایک حصے کو درد ہو تو سارا جسم دکھنے لگتا ہے۔'' خلاصۃً یہ کہ ان مسلمان سربراہوں کے کام بالآخر اسلام آیا یا مسلمان ہی آئے۔علامہ اقبال کہاں یاد آ گئے

؎ نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی ۔۔۔ میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

درس قرآن — قسط نمبر ۹

تفسیر سورۃ الفاطر

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

اولی اجنحۃ: یہ فرشتے چوں کہ اللہ ذو العرش المجید کے، انسانوں کی طرف، قاصد اور پیغامبر ہیں اس لیے اوپر سے نیچے تعمیل ارشاد کے لیے جلد از جلد اور فی الفور پہنچنے کے لیے اللہ نے انہیں پر دیئے ہیں۔ کیوں کہ زمین وآسمان کے مابین فضائے بسیط کو قدم در قدم طے کرنا مشکل بھی ہے اور تعمیل امر میں تاخیر کا باعث بھی۔

"اَجْنِحَة" جَنَاحٌ کی جمع ہے۔ "جَنَاح" انسان کے بازوؤں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ قرآنِ مجید ہی میں ہے:

﴿وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ (الاسراء: ٢٤)

"اور رحم دلی سے ان کے لیے تواضع کا بازو جھکا دے۔"

کسی چیز کے دونوں جانب کو بھی جناحین کہتے ہیں۔ مثلاً "جناح السفینة" سفینہ کے دونوں جانب، یا "جناح العسكر" لشکر کے دونوں جانب، اسی معنی میں انسان کے دونوں پہلوؤں کو جناح الانسان کہا جاتا ہے۔ قرآنِ پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضاء کے حوالے سے آیا ہے: ﴿وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ﴾ (طٰہٰ: ٢٢) "اپنا ہاتھ اپنے پہلو کی طرف ملا۔"

"جناح" کا لفظ پرندوں کے پروں کے لیے بھی وارد ہوا ہے:

﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ﴾ (الانعام: ٣٨)

"اور زمین میں نہ کوئی چلنے والا، اور نہ کوئی اڑنے والا، جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے، مگر تمہاری طرح امتیں ہیں۔"

یہاں یہ لفظ فرشتوں کے پروں کے بارے میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن ان پروں کی کیفیت کی بجائے کمیت کو ذکر کیا ہے کہ وہ دو پروں والے، بعض تین پروں والے، بعض چار پروں والے ہیں۔ اور اس سے مقصود غالباً ان کی مختلف قوت پرواز اور سرعت رفتار کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ سب کے سب یکساں نہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے مختلف مراتب ہیں جیسے کہ ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں۔

یہاں فرشتوں کے پروں کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ چار چار پروں کا ذکر ہوا ہے۔ لیکن یہ تعداد بس اتنی ہی نہیں۔ احادیث میں جبریل علیہ السلام کے چھ سو پروں کا ذکر بھی آیا ہے۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہی پر حضرت علیہ السلام جبریل کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے اور پروں نے پورے افق کو گھیر رکھا تھا۔ (بخاری: ٣٢٣٢، ٤٨٥٦ وغیرہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ان کے چھ سو پر تھے اور وہ پورے افق پر چھائے ہوئے تھے۔ (ترمذی: ٣٢٧٨۔ بخاری: ٣٢٣٥)

یزید فی الخلق ما یشاء۔ "وہ اپنی مخلوق میں جیسا اضافہ چاہتا ہے کر دیتا ہے۔" چار چار پروں پر ہی کیا موقف، اس سے زیادہ بھی اضافہ کرنے پر قادر ہے بلکہ بعض مفسرین نے "الخلق" کو عام رکھتے ہوئے مخلوق میں تمام مستحسن امور کو شامل کیا ہے کہ ایک خوب صورت ڈھانچہ ہی نہیں بنایا بلکہ حسن خلق، حسن صوت، حسن خط، جودۃ العقل والفہم حلاوت لسان اور دیگر اوصاف حسنہ سے بھی انہیں نوازا ہے اور ان کے درجات بھی مختلف ہیں۔ گویا "الخلق" کا عموم جمال ظاہری اور جمال باطنی دونوں کو شامل ہے بلکہ اس کے عموم میں کائنات کی تجدید وتوسیع بھی شامل ہے کہ اس میں عجائبات اور نئے نئے سیاروں کو پیدا کرتا رہتا ہے۔

﴿ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر﴾

"اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" کوئی چیز اس کے دست قدرت سے خارج نہیں۔ جسے چاہے جیسا چاہے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اپنی

مخلوق کی صفات وصلاحیتوں میں کمی بیشی کا اسی کو اختیار ہے، جسے چاہے معتدل شکل وصورت عطا فرمائے، جسے چاہے کوتاہ قامت بنا دے، جسے چاہے قوت وطاقت عطا فرمائے، جسے چاہے کمزور وناتواں بنا دے، چاہے تو جوانی میں کچھ نہ دے، چاہے تو یاس وناتوانی میں اولاد سے نواز دے، جسے چاہے بیٹے دے، جسے چاہے بیٹیاں دے، بادشاہت اسی کی ہے وہی قادر مطلق ہے اور وہی سب پر غالب ہے۔ جس کے بارے میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے کسی کو دم مارنے کی جا نہیں۔ **تعالیٰ الله عما یصفون**

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (الفاطر : ۲)

''جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کردے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہی کا بیان ہے اور مشرکین کو خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ فرشتے ہوں یا جن، یا دیگر تمام معبود جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ ان کو نافع وضار سمجھنا محض تمہاری اختراعات ہیں۔

﴿مِنْ رَّحْمَةٍ﴾ کہ اپنی رحمتوں میں سے کوئی رحمت یا اس کا کوئی حصہ، وہ رزق ہو، بارش ہو، صحت وعافیت ہو، مال ہو، اولاد ہو، یا رحمت سماوی ہو یا ارضی۔ ہر قسم کی رحمت ونعمت کو شامل ہے۔ حتی کہ رسول کا بھیجنا بھی رحمت، ہدایت اور صراطِ مستقیم کی توفیق بھی رحمت، معاصی کے بعد توبہ کی توفیق بھی رحمت، حیات جسمانی کے ساتھ حیات قلبی بھی رحمت ونعمت۔

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ﴾

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تمہاری خاطر مسخر کردیا ہے اور تم پر اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں پوری کردیں۔'' (لقمان : ۲۰)

یہ سب نعمتیں اور رحمتیں دینے والا صرف اللہ ہے۔ وہ یہ رحمتیں کسی کو دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر ان رحمتوں کا دروازہ بند کردے تو کوئی کھولنے والا نہیں ہے۔ یہی حقیقت سورۂ یونس میں یوں بیان ہوئی ہے:

﴿وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ﴾

''اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اُس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرلے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے۔'' (یونس : ۱۰۷)

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ﴾ (الزمر : ۳۸)

''(اے نبی آپ انہیں) کہیں کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟''

یہی بات اللہ تعالیٰ نے سورۂ الانعام: ۱۷، الاحزاب: ۱۷، الفتح: ۱۱، میں بھی بیان فرمائی ہے۔ اور اسی حقیقت کا اظہار رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعاؤں میں کیا ہے۔ چناں چہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

((لا اله الا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد ، وهو على كل شيء قدير ، اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ، ولا ينفع ذا الجد منك الجد .))

''اللہ کے علاوہ کوئی الہٰ نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی اور حمد اسی کی، اور وہ ہر چیز پر قادر

ہے۔اے اللہ آپ جو کچھ دینا چاہیں تو کوئی روکنے والانہیں، اور جس چیز کو روک لیں اسے کوئی دینے والانہیں۔ اور تیرے مقابلے میں کسی دولت مند کو اس کی دولت فائدہ نہیں دے سکتی۔'' (بخاری: ٦٦١٥۔ مسلم: ١٣٣٨ وغیرہ)

"ذالجد" سے مراد مالدار، بزرگی والا، بادشاہ، مرتبہ ودرجہ والا سبھی مراد ہیں کہ یہ انعام واکرام کام نہیں آئیں گے کام صرف اپنی نیکی آئے گی۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے:

((سمع اللّٰہ لمن حمده، ربنا لك الحمد، ملء السماء والارض، وملء ما شئت من شيء بعد، اللهم اهل الثناء والمجد، أحق ما قال العبد وكلنا لك عبد، اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد.)) (مسلم: ١٠٧١)

''اللہ نے سن لی جس نے اس کی حمد کی، ہمارے ربّ حمد تیرے ہی لیے ہے، آسمان اور زمین کے بھراؤ کے برابر، اور جس چیز کے بھراؤ کے برابر آپ چاہتے ہیں، اے اللہ ثنا وبزرگی کا تو ہی مستحق ہے، بندے نے جو کہا وہ سب سے زیادہ حق ہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں، اے اللہ آپ جو کچھ دینا چاہیں تو کوئی روکنے والانہیں، اور جس چیز کو روک لیں اسے کوئی دینے والانہیں، اور تیرے مقابلے میں کسی دولت مند کی دولت مندی اسے فائدہ نہیں دیتی۔''

یہ اس لیے کہ ﴿وهو العزيز الحكيم﴾ وہ سب پر غالب ہے۔

﴿وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (یوسف: ٢١)

''اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

علامہ راغب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ''العزیز'' وہ ہے جو غالب ہو مغلوب نہ ہو۔ (مفردات)

لہٰذا اس کے فیصلوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور غالب ہونے کے ساتھ ساتھ ''حکیم'' بھی ہے کہ اس کا جو بھی فیصلہ ہوتا ہے حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ کسی کو دینے میں بھی حکمت ہے اور نہ دینے میں بھی کوئی حکمت کارفرما ہے۔ بلکہ انسان کے اعضاء، ان کی بناوٹ، اور ان کو مناسب جگہ پر رکھنے میں بڑی حکمتیں ہیں۔ کائنات میں پھیلی ہوئی تمام مخلوق حتی کہ شجر وحجر کو بنانا بھی حکمت سے خالی نہیں۔ غرض یہ کہ حکیم کا کوئی فعل وامر حکمت سے خالی نہیں مگر انسان اس کی حکمتوں کو جاننے سے قاصر ہے۔ یاد رہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو غالب وحکیم ہے۔ ورنہ ہر غالب، حکیم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ درندگی پر اتر آتا ہے امریکہ کی تازہ مثال ہمارے سامنے ہے۔ البتہ جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکمت ودانائی کی توفیق عطا فرمائی ہو وہ اس قسم کی حماقتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ سیّد کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اس کی ایک روشن مثال ہے۔

جب اللہ ہی غالب وحکیم ہے اور اس کے فیصلہ کو کوئی ردّ بھی نہیں کرسکتا ہے تو چاہیے کہ جو کچھ طلب کیا جائے اسی سے طلب کیا جائے۔ مسلمانوں کا جب تک اسی غالب ہستی سے واسطہ رہا عزت پاتے رہے اور جب سے اس سے ناطہ توڑا ذلیل ہوئے۔

عزیزی کہ ہرگز درش سر بتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

وہ ایسا غالب ہے کہ جس نے اس کے دروازے سے سر پھیرا، وہ جس دروازے پر بھی پہنچا اس نے کوئی عزت نہ پائی۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ بن عبد قیس سے نقل کیا ہے کہ قرآنِ مجید کی جب چار آیات پڑھ لیتا ہوں تو صبح وشام تمام امور سے بے پروا ہوجاتا ہوں۔

١۔ ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ط﴾ (فاطر: ٣)

٢۔ ﴿وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ط﴾ (یونس: ١٠٧)

٣۔ ﴿سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾ (الطلاق: ٧)

٤۔ ﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (ھود: ٦۔ الدر المنثور، ج: ٥، ص: ٢٤٤)

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: الطیرة

طیرہ بدفالی لینا

٩٣٥ . عن أبا هريرةَ قالَ: سمعتُ النَّبيَّ ﷺ يقولُ: ((الطيرةُ، وَخَيْرُها الفَأْلُ)) قَالُوا: وَمَا الْفَأْلُ؟ قالَ: ((كَلِمَةٌ صَالِحَةٌ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ .))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا بدشگونی شرک ہے اور بہتر طیرہ فال ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا فال کیا ہے؟ فرمایا: کلمہ صالحہ جس کو کوئی شخص تم میں سے سنے۔'' (صحیح البخاری)

فائدہ: حدیث دلیل ہے اس پر کہ بجز سمع کلمہ صالحہ کے کوئی اور طریقہ اخذ فال کا نہیں ہے بلکہ جو اس کے خلاف ہوگا وہ طیرہ میں داخل ٹھہرے گا اور شرک خفی ہوگا جیسے کسی دیوان شعر وغیرہ سے فال نکالنا یا کسی کتاب سے فال لینا کیوں کہ اس میں استدراک کرتا ہے غیب کی بات کا اور یہ مدرک شرک ہے۔''

باب: فضل من لم يتطير

بدشگونی کا اثر قبول کرنے کا مرتبہ

٩٣٦ . عن عبد الله (بنِ مسعودٍ)، عن النَّبيِّ ﷺ قَالَ: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ بِالمَوْسِمِ أَيَّامَ الحجِ، فَأَعْجَبَنِي كثرةُ أُمَّتِي: قَدْ مَلَأُوا السَّهْلَ والجَبَلَ، قالُوا: يا محمَّدُ أَرَضِيْتَ؟ قالَ: نَعَمْ، أَيّ رَبِّ، قَالَ: فَإِنَّ مَعَ هٰؤُلاءِ سبعينَ أَلفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بغيرِ حِسَابٍ، وَهُمُ الَّذِينَ لا يَسْتَرْقُوْنَ وَلا يَكْتَوُونَ وَلا يَتَطَيَّرونَ، وَعلى ربِّهِمْ يَتَوكَّلُوْنَ))، قال عُكَّاشَةُ: فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قالَ: ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ))، فقالَ رجلٌ آخرُ: ادْعُ اللّٰهَ أن يجعلَنِي منهُمْ، قالَ: ((سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ .)) (حسن صحيح)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایام حج کے موسم میں مجھ پر امتیں پیش کی گئیں میں اپنی امت کی کثرت کو دیکھ کر خوش ہوا جس نے نرم چٹیل میدان اور پہاڑوں کو بھر دیا تھا مجھ سے پوچھا گیا کیا آپ اس کثرت پر خوش ہیں؟ میں نے کہا ہاں، اے میرے پروردگار۔فرمایا: ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ ہوں گے جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو منتر جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور نہ داغ دیتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں وہ اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں۔ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں شامل کردے۔آپ ﷺ نے دعا کی اے اللہ اس کو ان لوگوں میں شامل کردے۔پھر دوسرے آدمی نے عرض کیا میرے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کردے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تجھ سے سبقت لے گیا ہے۔''

فائدہ: بنیاد دخول جنت کی بلاحساب ان چار امور پر رکھی۔ظاہر میں یہ امور چارگانہ سہل نظر آتے ہیں ہر مسلمان اپنے جی میں کہتا ہے کہ مجھ میں یہ سب اوصاف موجود ہیں لیکن وقت تنقیح کے وجود ان

اوصاف کا باستثناء ذاع حکم عنقاد کیمیا کا رکھتا ہے خصوصاً وجود تو کل کا۔

٩٣٧ . عن عبد الله عن النّبيّ ﷺ وساق الحديث .

''یہ حدیث عبداللہ سے بطریق دیگر بھی آئی اور بخاری وغیرہ میں بھی مروی ہے بعض الفاظ کا تفاوت یسیر ہے۔'' اللھم حققنا بھذا

باب: الطيرة من الجن

جن سے بدشگونی لینا

٩٣٨ . عن علقمةَ، عن أُمِّهِ، عن عائشةَ أنّها كانتْ تُؤْتى بِالصّبيان إذا وُلِدُوا فتَدْعُو لهم بالبركَةِ، فأُتِيَتْ بصبيٍّ فذهبتْ تضعُ وسادتَهُ، فإذا تحتَ رأسهِ موسىٰ فسَألتْهُم عن الموسىٰ؟ فقالُوا: نجعلُهَا مِنَ الجِنّ، فأخذَتِ الموسىٰ فرمتْ بها، وَنَهَتْهُمْ عنها، وقالتْ: إنّ رسولَ اللّٰه ﷺ كان يكرَهُ الطِّيْرَةَ وَيبغِضُهَا، وكانت عائشةُ تنهٰى عنها . (ضعيف الإسناد)

''حضرت علقمہؒ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتی ہیں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے پاس نومولود بچوں کو لایا جاتا وہ ان کے لیے برکت کی دعا کرتی تھیں۔ میں ان کے پاس ایک بچے، اس کے تکیے کے نیچے استرا رکھا ہوا تھا ان سے استرے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا ہم اس کو جنّ سے بچنے کے لیے رکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ ؓ نے استرے کو پھینک دیا اور ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بدشگونی لینے کو ناپسند کرتے تھے اور اس کو بہت برا سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ اس سے منع کرتی تھیں۔''

باب: الفأل

فال کا بیان

٩٣٩ . عن أنسؓ، عن النّبيّ ﷺ: ((لَا عَدْوٰى وَلا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِى الْفَأْلُ الصَّالِحُ، اَلْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ .))

''حضرت انس ؓ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہ عدویٰ (متعدی بیماری) اور نہ بدشگونی ہے مجھے اچھی فال اچھی لگتی ہے۔'' (یعنی اچھے کام اور اچھے نام سے فال لینا مراد ہے۔) (صحيح البخاري)

٩٤٠ . عن حبة التّميمي أنّ أبا أخبرَهُ، أنّه سمعَ النّبيَّ ﷺ يقولُ: ((لا شيءَ في الهَوَامِّ، وأَصْدَقُ الطِّيَرَةِ الفَأْلُ، والعَيْنُ حَقٌّ .)) (صحيح لغيره)

''حبہ تمیمی کے والد سے مرفوع روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے الو کوئی چیز نہیں (مردہ کی کھوپڑی سے الو نکلتا ہے وہ اپنے قصاص کے لیے آوازیں نکالتا ہے یہ عقیدہ بالکل غلط ہے) سچا شگون اچھی فال ہے اور نظر بد کا لگ جانا حق ہے۔''

باب: التبرك بالاسم الحسن

اچھے نام سے برکت حاصل کرنا

٩٤١ . عن عبد اللّٰه بن السّائب، أنَّ النَّبيَّ ﷺ عامَ الحُديبية، حينَ ذكر عثمان بن عفان أنَّ سُهيلاً قد أرسله إليه قومُهُ، صالحوهُ على أن يرجعَ عنهم هٰذا العام ويخلّوها لهم قابل ثلٰثةً، فقالَ النَّبيُّ ﷺ حينَ أتٰى، فقيلَ: أتٰى سُهيلٌ: ((سَهَّلَ اللّٰهُ أمرَكُمْ))، وكانَ عبدُ اللّٰهِ بنِ السّائب أدْرَكَ النَّبيَّ ﷺ . (حسن لغيره)

''حضرت عبداللہ بن سائب ؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال حضرت عثمان بن عفان ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا کہ سہیل کو ان کی قوم نے بھیجا ہے وہ آپ سے ان شرائط پر صلح کریں کہ اس سال آپ واپس لوٹ جائیں آئندہ سال قریش تین دن کے لیے بیت اللہ کو آپ کے لیے خالی کردیں گے۔ سہیل کے آجانے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سہیل آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام کو آسان کردیا ہے۔ عبداللہ بن سائب ؓ نے رسول اللہ ﷺ کو پایا تھا'' حدیث مطابق ترجمۃ الباب ہے یعنی تبرک باسم حسن۔

افتاء

ایک مسئلہ رضاعت اور اس کی تفصیل

شیخ الحدیث مفتی عبیداللہ خان عفیف حفظہ اللہ

سوال: ایک بچے نے پیدائش کے بعد اپنی نانی کا دودھ پیا ہے ایک ماہ بعد پھر دوسری دفعہ اپنی نانی کا پیٹ بھر کر دودھ پیا ہے کیا رضاعت ثابت ہوگی؟

جواب: واضح ہو کہ رضاعت کے حکم کے اثبات میں تین مذہب ہیں:

اوّل: ایک دفعہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ اور جمہور کا یہی موقف اور مذہب ہے اور وہ درج ذیل دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے:

۱۔ ﴿وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾ (النساء: ۲۳)

''اور تمہاری دودھ کی مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ کی بہنیں تم پر حرام ہیں۔''

اس آیت میں مطلق رضاعت کا ذکر ہے حرمت کے لیے کوئی تعداد رضاعت مقرر نہیں فرمائی۔ لہٰذا قرآن سے ثابت ہوا کہ قلیل رضاعت یعنی ایک گھونٹ سے رضاعت ثابت ہوجاتی ہے۔

۲۔ ((عن ام سلمة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ لا یُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ اِلَّا ما فتق الْاَمْعَآءَ مِنَ الثَّدْیِ وَكَانَ قَبْلَ الفطام.)) (تحفة الاحوذی، باب ما جاء ان الرضاع لا تحرم الّا فی الصغر، ج: ۲، ص: ۱۰۲)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو رضاعت آنتوں کو پھاڑ دے یعنی دودھ کے ساتھ بھر کر ایک کو دوسری سے جدا کردے اور دودھ چھڑانے سے پہلے دودھ پیا ہو تو اس سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔''

۳۔ ((عن ابن مسعودؓ قال لا رضاع الا ما شد العظم وانبت اللحم)) والحدیث ضعیف (عون المعبود، ج: ۲، ص: ۱۸۰)

آیت مذکورہ بالا کی طرح ان دونوں حدیثوں میں رضاعت کا ذکر مطلق آیا ہے۔ تعداد کوئی ذکر نہیں پس معلوم ہوا کہ ایک دفعہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوجاتی ہے۔

٤۔ ((عن ابن عباسؓ انه کان یقول ما کان فی الحولین وان کان مصعة واحدة.)) (موطا امام مالك، ص: ۳٤۹ طبع فاروقی ملتان)

''ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ دو برس کی عمر کے اندر ایک دفعہ پستان چوسنے سے حرمت ثابت ہوجائے گی۔''

۵۔ ((سئل سعید بن المسیبؒ عن الرضاعة فقال سعید کلُّ ما کان فی الحولین وان کانت قطرةٌ واحدةٌ فهو یحرم.)) (موطا، ص: ۳۵۰)

''سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے رضاعت کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا دو برس کے اندر پیا گیا دودھ کا ایک قطرہ حرمت ثابت کردیتا ہے۔''

٦۔ ((عن ابن شهاب انه کان یقول الرضاعة قلیلها وکثیرها تحرم.)) (موطا، ص: ۳۵۰)

''امام محمد بن مسلم شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں رضاعت قلیل ہو یا کثیر دونوں صورتوں میں ثابت ہوجاتی ہے۔''

ان اقوال و آراء سے ثابت ہوا کہ رضاعت قلیل یا کثیر حرمت

کے لیے کافی ہے۔ یہ ہیں وہ آثار اور آراء جو مؤطا میں مذکور ہیں۔ حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، امام ثوری، اہل بیت، امام مالک، امام ابوحنیفہ، زید بن اوس، سعید بن مسیّب، حسن، زہری، قتادہ، حکم، حماد، اوزاعی رضوان اللہ علیہم سب کا یہی مذہب ہے جمہور علماء بھی اسی طرف گئے ہیں۔ یہ حدیثیں مطلق ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی احادیث مقید ہیں (یہ احادیث تیسرے مذہب کے ذکر میں آ رہی ہیں) اور مطلق کو مقید پر محمول کرنا ضروری اور مسلّم قانون ہے۔

(فتاویٰ محمدیہ، ص:۷۶۳)

یعنی پانچ رضعات والی احادیث ان مطلق احادیث کی تشریح کر رہی ہیں کہ مراد پانچ رضعات ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

﴿یایها الذین امنوا ارکعوا واسجدوا﴾

''اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو۔''

حدیث نے بیان کردیا کہ رکوع ایک ہے اور سجدے دو ہیں۔ ٹھیک اسی طرح رضاعت کے مسئلہ کو سمجھ لیں۔ رہے موطا میں ابن عباس، سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہما اور زہری رحمہ اللہ کے اقوال تو احادیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

مذہب ثانی: امام احمد بن حنبل وفی روایۃ امام اسحاق۔ امام ابوعبیدہ، ابوثور، ابن منذر۔ داؤد ظاہری رحمہم اللہ اور ان کی جماعت کے نزدیک تین دفعہ یا تین سے زیادہ دفعہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوگی۔ ان سے کم کا اعتبار نہیں۔ (عون المعبود، باب هل يحرم دون خمس، ج: ۲، ص: ۱۸۲)

دلائل یہ ہیں:

۱۔ ((عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول اللّٰه ﷺ لا تُحَرِّمُ الْمَصَّةَ وَلَا الْمَصَّتَانِ.)) (اخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة عون المعبود)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دفعہ چوسنا یا دو دفعہ چوسنا حرمت رضاعت پیدا نہیں کرتا۔''

۲۔ ((عن ام الفضل ان رجلا سأل النبی ﷺ أَتُحَرِّمُ الْمُصَّةُ فَقَالَ لا تحرم الرضعة ولا الرضعتان والمصة والمصتان.)) (نيل الاوطار باب عدد الرضعات المحرمة، ج: ٦، ص: ٣٠٩)

''ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا ایک دفعہ کا چوسنا حرام کرتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک دفعہ کا پینا اور دو دفعہ کا پینا اور اسی طرح ایک دفعہ کا چوسنا اور دو دفعہ کا چوسنا حرام نہیں کرتا۔''

۳۔ ((وفی روایة فقال النبی ﷺ لا تحرم الاملاجة ولا الا ملاجتان.)) (رواه احمد ومسلم نيل الاوطار، ج: ٦، ص: ٣١٠)

''نبی ﷺ نے فرمایا ایک دفعہ پستان منہ میں دینا اور دو دفعہ حرمت رضاعت پیدا نہیں کرتا۔''

غرض اس قسم کی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان حدیثوں میں ایک اور دو دفعہ کی نفی کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دفعہ یا زیادہ سے حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے۔

تبصرہ: ایک دفعہ چوسنا دو دفعہ چوسنا ایک دفعہ پینا، دو دفعہ پینا، ایک دفعہ پستان منہ میں دینا دو دفعہ دینا حرام نہیں کرتا۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تین دفعہ حرام کردیتا ہے۔ اگر یہ مطلب ہوتا تو اتنا کہنا کافی تھا کہ دو دفعہ حرام نہیں کرتا۔ ایک دفعہ یا دو دفعہ پینا کہنے کی ضرورت نہ تھی کیوں کہ یہ ایسا ہے جیسے ہمارے محاورے میں ایک دو بولتے ہیں مثلاً کہتے ہیں میں نے اسے ایک دو دفعہ پلایا۔ ایک دو روپے دیئے، جیسے اس سے تین کی تحدید نہیں سمجھی جاتی۔ اسی طرح ان احادیث کا خیال کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ روپڑیہ، ج:۲، ص:۴۲۱)

اگر بالفرض تسلیم کرلیں کہ تین مفہوم ہوتے ہیں تو یہ مفہوم صریح اور منطوق نہیں اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ مفہوم منطوق کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آگے والی احادیث میں پانچ رضعات

کا عدد منطوق ہے۔ لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث مقدم ہیں۔

ایک دو دفعہ دودھ پینے کی تشریح:

لگے ہاتوں ایک دو دفعہ پینے کی تشریح بھی پڑھ لیجیے۔

الرضعة هي المرة من الرضاع كضربة وجلسة واكلة فمتٰى التقم الصبي الثدي فامتص منه ثم تركه باختياره بغير عارض كان ذالك رضعة وفي الضياء ان المص الواحدة من المص وهي اخذ اليسير من الشيء.

''یعنی رضعہ کا معنی ہیں ایک دفعہ دودھ پینا جیسے ضربة ، جلسة اور اکلہ کے معنی ہیں ایک دفعہ مارنا، ایک دفعہ بیٹھنا، ایک دفعہ کھانا پس بچہ ایک پستان منہ میں لے کر چوسے پھر اپنے اختیار سے بغیر کسی عارضہ کے چھوڑ دے تو یہ ایک رضعہ ہوا اور ضیاء میں ہے کہ مصہ ایک دفعہ چوسنا ہے یعنی تھوڑی شی ء لینا۔''

اسی صفحہ پر املاجہ کا معنی لکھا الاملاجة مثل المصة یعنی املاجہ ایک دفعہ منہ میں پستان کو کہتے ہیں جیسے مصہ ایک دفعہ چوسنے کو کہتے ہیں۔ ان عبارتوں سے رضعہ، مصہ اور املاجہ کے معنی معلوم ہوگئے کہ جب بچہ ایک دفعہ دودھ پی کر خود بخود پستان چھوڑ دے تو مصہ، رضعہ اور املاجہ ہے۔(نیل الاوطار، ج: ٦، ص: ٣١٠)

مذہب سوم: ان دونوں مذہبوں کے برعکس بہت سے علماء کی کثیر جماعت کے نزدیک حرمت رضاعت کے اثبات کے لیے پانچ رضعات کی تعداد مقرر ہے اگر اس سے کم ہے تو حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ ان کے دلائل بہت سی احادیث ہیں۔ ان میں سے صرف تین احادیث پیش خدمت ہے:

١۔ ((عن عائشة رضي الله عنها اَنَّهَا قَالَتْ فيما نزل من القرآن عشر رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ يحسن ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ رَضَعَاتٍ فتُوُفِّيَ رسولُ الله ﷺ وهن فيما يقرأ من القرآن.))

(نيل الاوطار، ج: ٦، ص: ٤٢٨۔ صحيح مسلم، ج: ١، ص: ٤٦٩۔ موطا امام مالك، ص: ٢٥٢)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے پہل قرآن میں دس رضعات کی تعداد تھی۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوا پانچ رضعات سے حرمت رضاعت ثابت ہونے کا حکم نازل ہوا۔''

٢۔ ((عن عائشة رضي الله عنها انَّ رسولَ الله ﷺ اَمَر اِمْرَأَةَ اَبِي حُذَيْفَةَ فَاَرْضَعَتْ سَالِمًا خَمْسَ رَضَعَاتٍ وكان يدخل عليها بتلك الرضاعة.)) (رواه احمد، نيل الاوطار، ج: ٦، باب عدد الرضعات المحرمة، ص: ٣١١)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تو (اپنے متبنی) سالم کو پانچ رضعات دودھ پلا دے تو اس نے سالم کو پانچ دفعہ دودھ پلا دیا۔ وہ اس پر گھر میں آنے جانے لگا۔''

٣۔ امام مالک رحمہ اللہ اپنے مسلک اور فتویٰ کے خلاف یہ حدیث روایت فرماتے ہیں:

((فقالت يا رسول الله ﷺ كنا نرى سالما ولدا وكان يدخل علي وانا فضل وليس لنا الابيت واحد فما ذا ترى في شانه فقال رسول الله ﷺ ارضعه خمس رضعات فيحرم بلبنها.))

(الحديث، موطا امام مالك، ص: ٣٥١)

''ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی سہلہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے سالم کو متبنی بنایا ہوا ہے۔ وہ میرے پاس میری سادگی کی حالت میں آتا جاتا ہے۔ یعنی میں اس سے پردہ نہیں کرتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ انہیں پانچ دودھ پلا دیں۔ پس اس سے سالم اس کی اولاد کے حکم میں ہوگیا۔''

صحیح مسلم میں

((فقالت ان سالما قد بلغ ما يبلغ الرجال وعقل ما عقلوا وانه يدخل علينا واني اظن ان لي نفس ابي حذيفة من ذالك شيئاً فقال لها النبي ﷺ ارضعيه تحرمي عليه .)) (صحيح مسلم، كتاب الرضاعة، ج: ٦، ص: ٤٦٩)

''ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگی سالم جوان ہوگیا اور عقل مند ہے میرے خیال میں ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ اس کی آمد ورفت کو پسند نہیں کرتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو دودھ پلا دو۔ تو اس پر حرام ہوجائے گی۔''

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ پانچ رضعات حرمت کی حد ہے اس سے کم میں رضعات ثابت نہیں ہوتی۔

حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم، امام عطاء، امام طاؤس، سعید بن جبیر، عروہ بن زبیر، لیث بن سعد، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، امام ابن حزم رحمہم اللہ وجماعۃ من اہل العلم کا یہی مذہب ہے کہ پانچ رضعات سے کم میں رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ دلیل کی رو سے تیسرا مذہب راجح ہے اور پہلے دونوں مذہب کمزور ہیں۔ فتاویٰ محمدیہ میں ہے ان پانچ رضعات (والی احادیث) سے استدلال کیا ان اہل علم نے جو پانچ رضعات سے کم دودھ پینے سے حرمت کے قائل نہیں۔ تاہم جمہور علماء کے نزدیک قلیل اور کثیر رضاعت سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے مگر ان کا استدلال نصوص مطلقہ سے ہے جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہا یعنی تیسرے مذہب والوں کا استدلال نصوص مقیدہ بخمس رضعات سے ہے۔ اور اصول کا قاعدہ ہے کہ حکم مطلق کو حکم مقید پر محمول کرنا ضروری اور مسلمہ قانون ہے۔ لہٰذا تیسرا مذہب راجح ہے اور اس پر فتویٰ ہے۔ (فتاویٰ محمدیہ، ص:۷۳۶)

شیخ الکل سیّد نذیر حسین محدث الدہلوی رحمہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ، ج:۳، ص:۱۵۲)

لہٰذا اس تیسرے اور صحیح مذہب کے مطابق یہ بچہ پہلی دفعہ اپنی نانی کا پانچ رضعات پی چکا ہے ایک ماہ بعد پھر پیٹ بھر کر دودھ پینے سے پانچ رضعات مراد ہیں یا دونوں دفعات کے رضعات پانچ رضعات بن چکے تو تینوں رضاعت ثابت ہوچکی اور یہ بچہ اپنی نانی کا رضاعی بیٹا، اپنے ماموں اور خالہ کا رضاعی بھائی قرار پایا اور یوں اپنے ماموں کی بیٹیوں کا رضاعی چچا اور اپنی خالہ کی بیٹیوں کا رضاعی ماموں اور نکاح حرام ٹھہرا۔ اور ان تینوں صورتوں میں الگ الگ یا مجموعی طور پر پانچ رضعات نہیں بنتے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوئی۔ اور رضعہ کا معنی ہے کہ بچہ پستان منہ میں لے کر چوسے پھر اپنے اختیار سے بغیر کسی عارض کے چھوڑ دے تو یہ ایک رضعہ ہے اور اسی طرح پانچ دفعہ دودھ پیئے گا تو رضاعت ثابت ہوگی ورنہ نہیں۔

هذا ما عندي والله تعالىٰ اعلم بالصواب۔
واليه المرجع والمآب في يوم الحساب .



سیرتِ انبیاء — قسط نمبر ۲ آخری

حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن کی روشنی میں

عطا محمد جنجوعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر کا چرچا تھا۔ اس لیے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کے ساتھ ید بیضا اور عصا جیسے معجزات دیئے۔ مصر کے جادوگر عصا کے مظاہرے دیکھ کر بول اٹھے یہ سحر نہیں یہ تو ربّ کی قوت کا مظہر ہے اور وہ ایمان لے آئے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب کا زور تھا۔ حکیم اور فلسفی اپنی حکمت اور کمالات کا مظاہرہ کررہے تھے مگر دین حق کی تعلیم سے محروم تھے۔ ان حالات میں اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک جانب کتاب حکمت انجیل سے نوازا دوسری جانب حالات کے مناسب معجزات بھی عنایت کیے۔ ان کے علاوہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ پیدائش بھی اس قوم کو غور وفکر کرنے کے لیے ربّ کی طرف سے ایک واضح نشانی تھی۔ بنی اسرائیل قوم نے حقائق کا ادراک کرنے کے باوجود کہا یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مخالفین کی درا ندازیوں کے باوجود حق کی دعوت میں سرگرم رہے۔ بستیوں، شہروں میں پیغام سناتے رہے حکم خدا سے باغی انسانوں کی بھیڑ میں ایسی سعید روحیں بھی نکل آئیں جو نہ صرف ایمان لے آئیں بلکہ انہوں نے خود کو خدمت دین کے لیے وقف کردیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ شادی کی نہ رہائش کے لیے گھر بنایا وہ گاؤں گاؤں جا کر دین حق کی دعوت دیتے رہے۔ جہاں رات آتی وہیں بسر کرلیتے چوں کہ اُن کی ذات سے مخلوق خدا جسمانی وروحانی شفا حاصل کررہی تھی اس لیے وہ جس جانب تشریف لے جاتے لوگ والہانہ عقیدت سے جمع ہوجاتے۔ یہود کو اس دعوت حق کے ساتھ بغض وعناد تھا اس لیے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بڑھتی مقبولیت کو حسد کی نگاہ سے دیکھا انہوں نے آپس میں گٹھ جوڑ کرلیا کہ بادشاہ وقت کو مشتعل کرکے اس کو دار پر چڑھایا جائے۔

چناں چہ یہودی اس زمانے کے دمشق کے بادشاہ کے پاس گئے یہ ستارہ پرست مشرک شخص تھا۔ یہاں آ کر یہ بہت روئے پیٹے اور بادشاہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف اکسایا اور کہا کہ ایک شخص بڑا مفسد ہے، لوگوں کو بہکا رہا ہے، روز نئے نئے فتنے کھڑے کرتا ہے۔ امن میں خلل ڈالتا ہے اور لوگوں کو بغاوت کرنا سکھاتا ہے وغیرہ۔ بادشاہ نے اپنے گورنر کو جو بیت المقدس میں تھا ایک فرمان لکھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرے اور سولی پر چڑھا کر اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھ کر لوگوں کو اس دکھ سے نجات دلوائے۔

اُس نے فرمان شاہی پڑھ کر یہودیوں کے ایک گروہ کو اپنے ساتھ لے کر اس مکان کا محاصرہ کرلیا جس میں روح اللہ تھے آپ کے ساتھ اس وقت بارہ یا تیرہ یا زیادہ سے زیادہ سترہ آدمی تھے۔ جمعہ کے دن عصر کے بعد اُس نے محاصرہ کرلیا اور ہفتہ کی رات تک مکان کو گھیرے میں لیے رہا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ محسوس کرلیا کہ اب یا تو وہ مکان میں گھس کر آپ کو گرفتار کرلیں گے یا آپ کو خود باہر نکلنا ہوگا تو آپ نے صحابہ سے فرمایا تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اُس پر میری مشابہت ڈال دی جائے یعنی اُس کی صورت اللہ تعالیٰ مجھ جیسی بنا دے اور وہ ان کے ہاتھوں گرفتار ہو اور مجھے خدا خلاصی دے میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

یہ سن کر ایک نوجوان نے کہا مجھے یہ منظور ہے آپ نے تین مرتبہ کہا مگر ہر مرتبہ یہی تیار ہوئے رضی اللہ تعالیٰ۔ آپ نے بھی منظور کرلیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی صورت قدرتاً بدل گئی بالکل یہ معلوم ہونے

لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہی ہیں۔ اور چھت کی طرف روزن نمودار ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اونگھ کی سی حالت طاری ہوگئی اور اس طرح وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے جیسے قرآنِ حکیم میں ہے:

﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ﴾

(آلِ عمران: ۵۵)

یعنی ''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔''

حضرت روح اللہ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد یہ لوگ اس گھر سے باہر نکلے۔ یہودیوں کی جماعت نے اُس بزرگ صحابی کو جس پر جناب مسیح علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی تھی عیسیٰ سمجھ کر پکڑ لیا اور راتوں رات اُسے سولی پر چڑھا کر اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھ دیا۔ اب یہودی خوشیاں منانے لگے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ اللہ نے قرآن میں صاف فرما دیا کہ حقیقتاً نہ کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی دی بلکہ ان کی شبیہ جس شخص پر ڈالی گئی تھی اُسے عیسیٰ علیہ السلام ہی سمجھ بیٹھے۔

قیامت کب آئے گی یہ علم اللہ ہی کو ہے البتہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی آسمان سے نزولِ مسیح ہے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان سخت جنگ ہو رہی ہوگی مسلمانوں کی قیادت حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کی نسل میں سے محمد بن عبداللہ المعروف امام مہدی کر رہے ہوں گے۔ اس عرصہ کے دوران دجال کا خروج ہوگا جو یہود النسل اور یک چشم ہوگا۔ وہ کرتب دکھا کر کفر پھیلائے گا۔ ہم نسل ہونے کی وجہ سے یہودی کثرت سے اُس کے پیروکار بن جائیں گے۔

ایک روز دمشق کی جامع مسجد میں نماز فجر کی اقامت ہو رہی ہوگی۔ مہدی موعود امامت کے لیے مصلے پر پہنچ چکے ہوں گے کہ اچانک ایک آواز سب کو اپنی جانب متوجہ کرے گی آسمان ابر آلود نظر آئے گا نمازی مشاہدہ کریں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام دو زرد حسین چادروں میں لپٹے ہوئے اور فرشتوں کے بازوؤں پر سہارا دیئے ہوئے ملاء اعلیٰ سے اتر رہے ہیں۔ فرشتے اُن کو مسجد کے مشرقی کنارے پر اتار دیں گے اور واپس چلے جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عام قانون فطرت کے مطابق صحن مسجد میں اترنے کے لیے سیڑھی کے طالب ہوں گے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز کی صفوں میں آ کھڑے ہوں گے۔ مسلمانوں کا امام مہدی پچھلے پیروں ہٹے گا تا کہ آپ علیہ السلام آگے بڑھ کر امامت کرائیں لیکن آپ فرمائیں گے کہ یہ اقامت تمہارے لیے کہی گئی ہے اس لیے تم ہی نماز پڑھاؤ۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ فرمائیں گے کہ دروازہ کھول دو ادھر دجال ستر ہزار یہودیوں کا لشکر لیے ہوئے موجود ہوگا جن کے سر پر تاج اور جن کی تلواروں پر سونا ہوگا۔ دجال آپ کو دیکھ کر پگھلنے لگے گا اور وہ ایک دم پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دے گا۔ چناں چہ آپ اُسے مشرقی باب لد پر پکڑ کر قتل کر دیں گے۔ اب یہودی بدحواسی سے منتشر ہو کر بھاگیں گے لیکن انہیں کہیں سر چھپانے کو جگہ نہ ملے گی۔ ہر پتھر، ہر درخت دیوار اور جانور بولتا ہوگا کہ اے مسلمان یہاں یہودی ہے آ کر اسے مار دو ہاں ببول کا درخت یہودیوں کا درخت ہے یہ نہیں بولے گا۔

جنگ سے باقی ماندہ یہودی اور سب عیسائی اسلام قبول کر لیں گے کچھ عرصہ بعد یاجوج وماجوج کا فتنہ سر اٹھائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مسلمانوں کو اس فتنہ سے محفوظ رکھیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ختم کریں گے۔ خیر و برکت کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی صدقہ لینے والا نہ ہوگا۔ اُن کے دور میں عدل وانصاف اس قدر ہوگا کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پئیں گے۔ بدی کے عناصر مٹی میں دفن ہو جائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سات سال حکومت کریں گے پھر وہ بیمار ہو کر وفات پائیں گے۔ مسلمان اُن کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ روضہ اطہر میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے درمیان دفن ہوں گے۔



پند ونصائح

قسط نمبر ۲

آؤ ہم شیطان کی مخالفت کریں

عبدالرحیم بلتستانی

۴۔تکبر کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ○﴾ (بنی اسرائیل: ۳۷،۳۸)

''اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک تو نہ کبھی زمین کو پھاڑے گا اور نہ کبھی لمبائی میں پہاڑوں تک پہنچے گا۔ یہ سب کام، ان کا برا تیرے رب کے ہاں ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے۔''

بات چیت اور کسی بھی معاملے میں تکبر ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص کرتا ہے تو وہ ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار ہوتا ہے۔ تکبر وکبر بڑائی کو کہتے ہیں یعنی وہ وصف وکمال جس کے پائے جانے سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگے اور جس کسی میں یہ کمال نہیں پایا جاتا اسے حقیر وذلیل جاننے کو تکبر کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ولکن الکبر من بطر الحق وغمط الناس))

(ابوداؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی الکبر، رقم: ۴۰۹۲)

''تکبر یہ ہے کہ حق بات کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر جانے۔''

کائنات میں سب سے پہلا تکبر مرتکب شیطان ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بہت بڑا جانا اور کہا کہ میں آدم سے بہتر ہوں کہ وہ تو مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس تکبر (گناہِ کبیرہ) کی بنا پر مردود قرار دیا اور جنت سے نکال دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ٹھہرا دیا۔

قرآن وحدیث میں تکبر کی بہت زیادہ مذمت بیان کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾ (النساء: ۳۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ غرور کرنے والے اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔''

اس لیے جو شخص اس فعل کا مرتکب ہے اس کو چاہیے اس فعل کو ترک کرے ورنہ ان لوگوں کی سزا جہنم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ﴾ (الزمر: ۶۰)

''کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں۔''

یہاں اس آیت میں استفہام تقریری ہے۔ یعنی اللہ کی اطاعت سے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تکبر کی خوب مذمت بیان کی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور جن لوگوں سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے اس پر عمل وہی شخص کرسکتا ہے جس کا دل تکبر سے خالی ہوگا۔ متکبر اور مغرور شخص صحیح معنوں میں نہ حق عبادت ادا کرسکتا ہے اور نہ اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کا اہتمام کرسکتا ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی وصیت:

یہی وہ بری چیز ہے جس سے انبیاء علیہم السلام بھی اپنی اولاد کو منع فرماتے تھے۔ جیسا کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں یوں کیا ہے:

﴿وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ

مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ o وَ اقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ وَ اغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ؕ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ o ﴾ (لقمان: ۱۸،۱۹)

''اور لوگوں کے لیے اپنا رخسار نہ پھیلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ کسی اکڑنے والے، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔ اور اپنی چال میں میانہ روی رکھ اور اپنی آواز کچھ نیچی رکھ، بے شک سب آوازوں سے بری یقیناً گدھوں کی آواز ہے۔''

رائی کے برابر تکبر:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا یدخل الجنة احد فی قلبه مثقال حبة خردلٍ من کبریآء.)) (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانه، رقم: ۹۱۔ ابوداؤد: ۴۰۹۱)

''جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ انسان کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر شوخی، گھمنڈ ہو وہ بدنصیب انسان جنت میں نہیں جائے گا۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہمارے دل میں تکبر تو نہیں ورنہ ہم بھی ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔ العیاذ باللہ

تکبر کرنے والوں کی سزا:

آپ ﷺ نے فرمایا:

((یحشر المتکبرون أمثال الذرّ یوم القیامة فی صورة الرجال یغشاهم الذُّل من کل مکان فیساقون إلی سجن جهنم یسمی بولس تعلوهم نارُ الأنیار یسقون من عصارة أهل النار طینة الخبال.)) (ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ما جاء فی شدة الوعید للمتکبرین، رقم: ۲۴۹۲)

''قیامت کے دن متکبروں کو میدانِ حشر میں اس طرح لایا جائے گا جیسے چیونٹیاں ہوتی ہیں آدمیوں کی صورت میں اور ہر طرف سے ان پر ذلت چھا رہی ہوگی اور دوزخ کے جیل خانہ بولس میں ہانک کر ڈالے جائیں گے۔ ان پر زبردست جہنم کی آگ غالب ہوگی۔ ان متکبروں کو دوزخیوں کا دھواں، پیپ، لہو وغیرہ پینے کو دیا جائے گا۔'' العیاذ باللہ

چادر وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا:

تمام مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنی چادر ٹخنوں سے اوپر رکھیں اگر کوئی شخص یہ کام اس طرح نہیں کرے گا جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے تو اس کا انجام یہ ہوگا:

((من جرّ ثوبه خیلاء لم ینظر اللّٰه یوم القیامة.)) (بخاری، المناقب، رقم: ۵۷۸۴)

''جو شخص تکبر سے اپنے کپڑے کو گھسیٹے گا تو اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔''

ایسا بد بخت، بدنصیب انسان کون ہو سکتا ہے جس کو اللہ نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ سب مسلمانوں کو غور و فکر کرنا چاہیے کہ کہیں ہمارا شمار ان لوگوں میں تو نہیں ہے؟

اگر ہمارا شمار ان لوگوں میں ہے جو کل قیامت کے دن دیدار الٰہی سے اور اس کے علاوہ بے شمار انعامات الٰہی سے سرفراز ہوں گے تو یقیناً اس سے بڑھ کر کامیاب اور سعادت مند کون ہو سکتا ہے؟ اگر ہمارا شمار ان لوگوں میں نہیں تو ہمیں اپنے ایمان و عمل کی فکر کرنی چاہیے اور ہمیشہ شیطان مردود سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

جمائی لینا:

شیطانی کاموں میں سے ایک کام جمائی لینا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک آپ ﷺ نے فرمایا:

((التثاؤب من الشیطان فإذا تثاء ب أحدکم فلیکظم ما استطاع.)) (صحیح مسلم، کتاب

الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس و كراهية التثاؤب، رقم: ٢٩٩٤)

''جمائی شیطان کی طرف سے ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی ایک کو جمائی آئے تو حسب طاقت اُسے روکے۔''

جمائی چوں کہ سستی وکاہلی کا باعث بنتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے وہ چیز شیطان کو ضرور پسند ہوتی ہے اس لیے شیطان لعین ہمیشہ انسان کو اس چیز جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے طریقے کی مخالفت کرے، پر ابھارتا ہے۔ اس لیے جمائی کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ لہٰذا شیطان کی مخالفت کرتے ہوئے جمائی کو منہ بند کرکے یا ہاتھ کے ساتھ روکنا چاہیے اور آواز بھی نہیں نکالنی چاہیے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فإن احدكم إذا قال ها ضَحِكَ الشيطان .))

(بخاری: ٣٢٨٩)

''پس جب تم میں سے کوئی جمائی کے وقت ہاہ (آواز نکالتا ہے) تو اس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔''

جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ تم اونچی آواز سے ہاہ ہاہ نہ کہو۔ (ترمذی: ٢٧٤٧)

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إذا تثاؤب أحدكم فليمسك بيده فإن الشيطان يدخل .)) (صحيح مسلم، رقم: ٢٩٩٥)

''جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے کیوں کہ شیطان جمائی کے وقت منہ میں داخل ہوجاتا ہے۔''

اس لیے انسان کو چاہیے کہ شیطان کی مخالفت کرتے ہوئے جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھ کر روکے۔ اسی لیے ہم شیطان کی پیروی چھوڑ کر صحیح سنت محمدی ﷺ کے طریقہ پر گامزن ہوسکتے ہیں۔

۵۔ سورج اور سائے کے درمیان بیٹھنا:

سورج اور سائے کے درمیان بھی نہیں بیٹھنا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((نهى أن يجلس بين الضح والظلّ وقال مجلس الشيطان)) (مسند احمد: ٣/٤١٣، ٤١٤)

''(انسان) کو کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ حصہ سایہ میں بیٹھنے سے منع فرمایا اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ شیطان کی بیٹھک ہے۔''

اس لیے جس جگہ کچھ حصہ پر دھوپ اور کچھ حصہ پر سایہ پڑ رہا ہو تو وہاں سے اٹھ کر دھوپ میں یا سایہ میں چلے جانا چاہیے۔ سنن ابوداؤد میں روایت موجود ہے کہ

((قال ابو القاسم ﷺ إذا كان أحدكم فى الشمس (و قال مخلد) فى الفيء، فقلص عنه الظل، وصار بعضه فى الشمس وبعضه فى الظل فليقم .)) (سنن ابوداؤد، كتاب الأدب باب الجلوس بين الظل والشمس، رقم: ٤٨٢١)

''ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دھوپ میں بیٹھا ہوا ہو اور مخلد کی روایت میں ہے پھر سائے میں آجائے یا سایہ میں بیٹھا ہوا ہو دھوپ میں آجائے۔ اس طرح سے کچھ بدن پر دھوپ ہو اور کچھ بدن پر سایہ ہو تو وہاں سے اٹھ کھڑا ہو۔''

اس میں ضرر کا خوف ہے کہ جیسے ایک وقت میں گرم وسرد کا استعمال مضر ہے اور یہی وجہ ہے اس میں آپ ﷺ نے فرمایا فليقم وہاں سے اٹھ کھڑے ہو۔ دوسری علت یہ ہے کہ سابقہ حدیث مجلس الشيطان شیطان کی بیٹھک قرار دیا ہے۔

٦۔ فضول خرچی کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ (الاسراء: ٢٧)

''بلاشبہ فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے اور

شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔''
امام شوکانی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:
((فإن هٰذا الجملة تعليل النهى عن التبذير والمراد بالأخوة والمماثلة التامة وتجنب مماثلة الشيطان ولو فى خصلة واحدة من خصاله واجب.)) (فتح القدير: ۲۱۳/۳)
''بے شک اس جملہ ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ﴾ میں فضول خرچی کرنے سے معنی کی علت بیان کی ہے۔ اخوۃ (بھائی) سے اس کے مرتکب کو شیطان کی مماثلت تامہ بیان کیا ہے اور شیطان کی مماثلت سے بچنا واجب ہے خواہ وہ کسی بھی ایک ہی خصلت میں کیوں نہ ہو۔''
پھر آگے امام صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
((والإسراف فى الإنفاق من عمل الشيطان فإذا فعله أحد من بنى آدم فقد أطاع الشيطان واقتدى به.)) (فتح القدير: ۲۱۳/۳)
''اور فضول خرچی کرنا یہ شیطانی عمل ہے لہٰذا جو کوئی بنی آدم میں سے یہ کام کرے گا تحقیق اس نے شیطان کی اطاعت اور اس کے پیروی کی۔''
شیطان انسان کو دل میں وسوسہ لگا کر مال کو برباد یا اس کو غیر مصرف پر خرچ کروانا چاہتا ہے۔ اس لیے غیر ضروری سامان اور فرنیچر کی بھرمار بھی فضول خرچی میں شامل ہوتی ہے۔
((عن جابر بن عبدالله ان رسول الله ﷺ قال له فراش للرجل وفراش لإمرأته والثالث للضيف والرابع للشيطان.)) (صحيح مسلم، رقم: ۲۰۸٤، كتاب اللباس والزينة، باب كراهية ما زاد الحاجة من الفراش واللباس)
''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک بستر آدمی کے لیے، ایک بستر اس کی بیوی کے لیے اور تیسرا اس کے مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے ہے۔''
اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بہت زیادہ غیر ضروری سامان وغیرہ نہیں رکھنا چاہیے اور انسان کے پاس اتنی ہی چیزیں ہوں جن کی اسے ضرورت ہو ورنہ یہ بھی فضول خرچی کے ضمن میں آ جائے گا۔ لہٰذا فضول خرچی کو ترک کرنا چاہیے تا کہ یہ ہماری نجات کا ذریعہ بن سکے۔

۷۔ جلد بازی کرنا:

جلد بازی کرنا بھی شیطانی فعل ہے اس لیے ہمیں اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:
((ألتأنى من اللّٰه والعجلة من الشيطان))
(شعب الإيمان للبيهقى: ۸۹/٤، رقم الحديث: ٤٣٦٧ـ الصحيحة: ۱۷۹۵)
''جلد بازی نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی کرنا شیطانی صفت ہے۔''
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیطان کا ایک پسندیدہ عمل جلد بازی کرنا بھی ہے۔ اس سے انسان بہت سی غلطیوں کا شکار ہو جاتا ہے بلکہ اس کے برعکس جلد بازی نہ کرنا یہ اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ ہمیں وہ عمل کرنے چاہئیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کو محبوب ہوں۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس کے لیے فرمایا:
((إن فيك لخصلتين يحبهما الله: الحلم، والأناة.)) (صحيح مسلم، رقم: ۱۷، كتاب الايمان، باب الأمر بالإيمان) الخ
''تم میں دو صفتیں (عادات) ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں ایک بردباری دوسری غور و فکر۔''

ان دوصفات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتے تھے۔ لہٰذا ہر مسلمان کے اندر یہ دو عادات ضرور ہونی چاہئیں تاکہ اس کا شمار بھی اللہ کے پسندیدہ بندوں میں ہوجائے۔ اگر انسان ان دو صفات کو اپنے اندر لازم وملزوم کرلے تو یقیناً بہت سی غلطیوں اور گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((التؤدة فی کل شیء إلا فی عمل الآخرة.))

(ابو داؤد، رقم: ٤٨١٠، کتاب الأدب، باب فی الرفق)

”جلد بازی نہ کرنا بہتر ہے ہر اس کام میں مگر آخرت کے کاموں میں (جلد بازی کرنی چاہیے۔)“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کام نیک ہے مثلاً: نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، جہاد، حج وعمرہ ان میں فکر وتامل کی ضرورت نہیں۔ باقی رہے دنیا کے کام تو ان میں تامل اور غور وفکر اور صلاح مشورہ ضرور کرنا چاہیے۔

یہ چند کام ایسے ہیں جو شیطانی کام ہیں ہم سب مسلمانوں کو چاہیے کہ قرآن وسنت پر عمل پیرا ہوکر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہوجائیں۔

إن أريد الا الاصلاح ما استطعت وما توفيقي الا بالله.



تعلیم وتربیت

قسط نمبر ۲

مملکت پاکستان کی

عربی زبان کے بارے میں ضروریات اور تقاضے

محمد بشیر (متخصص فی تعلیم اللغة العربية لغير العرب۔ پرنسپل معهد اللغة العربية)

۳۔ ملک کی وحدت و استحکام میں عربی زبان کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ہمارے سیاسی قائدین، علماء، کارکنوں اور مسلم عوام کی عظیم قربانیوں اور طویل جدوجہد کے بعد مملکت پاکستان ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آئی۔ اس کی تاسیس کا نظریہ اسلام ہی بیان کیا جاتا رہا۔ اس طرح یہ عظیم اسلامی ریاست علاقے کے تمام مسلمانوں کی نمائندہ اور امیدوں کا مرکز بن کر ابھری۔ اور وہ اس کی سالمیت، وحدت اور قوت واستحکام کے ہمیشہ متمنی وکوشاں رہے۔ اس کے قابل قدر بانیوں اور قائدین کی نظر میں اس کی قوت و استحکام کی اصل بنیاد دین اسلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی میں نازل فرمایا اور اس پر پوری امت مسلمہ کو متحد کیا۔ پھر ہمارے دین اسلام کے اصل چشموں قرآن کریم اور حدیث شریف کی زبان عربی ہے، جسے ہر مسلمان شوق سے پڑھتا اور سیکھتا ہے۔ دین اسلام کی اس اساسی اہمیت اور عربی زبان کی مرکزیت کی بنا پر وطن عزیز کے بانیوں اور قائدین نے دستور پاکستان میں ان دونوں کی اچھی اور معیاری تعلیم اور ترویج کو اپنی مستقل پالیسی میں شامل کیا۔ نیز قیام پاکستان کے بعد کے سالوں میں ہمارے متعدد قائدین نے اس پالیسی کے مؤثر نفاذ پر زور دیا، ان میں سے کچھ نے عربی کو مملکت پاکستان کی سرکاری زبان قرار دینے کی بھی رائے دی۔ ان کے یہ بیانات اور مساعی تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں۔ اختصار کی غرض سے میں یہاں ان میں سے صرف ایک واقعہ کا خلاصہ لکھتا ہوں۔

عربی کو پاکستان کی سرکاری زبان بنایا جائے:

مشرقی پاکستان کے نمائندوں کا مطالبہ:

بانی پاکستان محمد علی جناح مرحوم کے ساتھی مولانا ظفر احمد انصاری رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ قیام پاکستان سے چند سال بعد مشرقی پاکستان سے ممبران قومی اسمبلی کی ایک بڑی تعداد نے قومی اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کی کہ ہم سب طے کر لیں کہ عربی کو آئندہ بیس سال کے دوران اپنی مملکت پاکستان کی سرکاری زبان بنایا جائے گا، تاکہ مستقبل میں بنگلہ اور اردو کے اختلاف کی وجہ سے ملک کے دونوں بازوؤں کے درمیان انتشار اور فتنہ کھڑا کرنے والوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا جائے، اور ملک کی سالمیت اور وحدت محفوظ رہے لیکن مغربی پاکستان کے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نے اسے منظور نہ کیا۔

میں محترم علماء، ماہرین تعلیم اور معلمین کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ غور کریں کہ اگر بنگالی بھائیوں کی اس قرارداد کو منظور کر لیا جاتا تو اس خطے میں مملکت پاکستان کے مقام میں کتنا اضافہ ہوتا؟ اس تجویز کو ماننے اور اس پر عمل کرنے سے ہمارا ملک پورے ایشیا کے مسلمانوں کے دلوں میں کتنی مقبولیت پاتا؟ اور اس سے ہمارے ملک اور عوام کی ترقی میں کتنا اضافہ ہوتا؟

آئیے ہم عربی مدارس کو عربی بنانے کا تجربہ کریں!

مسلمانان مشرقی پاکستان (اب بنگلادیش) کی اس تجویز پر عمل کرنے سے ہمیں کیا کیا فوائد اور برکات حاصل ہوتیں؟ انہیں سمجھنے کے لئے میں اسلامی مدارس کے ناظمین کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے اداروں میں ایک بیمثال تجربہ کریں۔ وہ یہ کہ آئیے اپنے المدارس العربية الإسلامية میں ایک زبان کی حیثیت سے عربی کی صحیح اور ترقی یافتہ زبان کی طرح تعلیم وتربیت کا اہتمام کریں مثلاً جیسے سمندر وں پار خطے کی زبان انگریزی کو نہائت شوق ومحنت سے پڑھایا جارہا ہے اور حکومت، عوام اور اب علماء بھی اس میدان میں سرگرم ہیں۔ اللہ

تعالیٰ کے لیے اسی شوق اور محنت سے عربی کی صحیح تعلیم و تربیت دی جائے اور اس میں حکومت، عوام او ر علماء سب سرگرم ہوں تو ہمیں صرف ایک سال بعد ہی اس تجربے کے ثمرات اور فوائد نظر آنا شروع ہو جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) غریب طلبہ کو فوری طور پر روزگار ملے گا اور وہ معاشی خوشحالی دیکھیں گے۔

(۲) اور عام لوگوں کے بچے بھی عربی زبان سیکھنے کی خاطر جوق در جوق اسلامی مدارس میں داخلہ لیں گے۔

(۳) عربی ایسی آسان زبان ملک کے تعلیمی اداروں میں خود بخود مقبول ہوگی۔

(۴) ہمارے علماء، مبلغین، معلّمین، امت مسلمہ کے اسلاف اولین صحابہ کرام، ائمہ اربعہ، تابعین اور تبع تابعین کے مبارک قافلے میں شامل ہو جائیں گے۔ آیئے ہم اس سعادت اور برکت کو حاصل کریں۔ (تفصیل دوسرے مقام پر)

۴۔ پاکستان کی معاشی خوشحالی میں عربی زبان کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے مملکت پاکستان کا محل وقوع ایسا بنایا ہے کہ اس کے مغرب اور جنوب میں واقع سمندر پار بائیس مسلمان عرب ملکوں کا ایک وسیع اور طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

ا: جزیرۂ عرب کے ممالک (براعظم ایشیا میں)

(ا) سعودی عرب (۲) یمن (۳) عمان (۴) متحدہ عرب امارات (۵) قطر (۶) بحرین (۷) کویت

(ب) خطۂ شام وعراق کے ممالک (براعظم ایشیا میں)

(۸) سوریا (شام) (۹) لبنان (۱۰) اردن (۱۱) فلسطین (۱۲) عراق

(ج) براعظم افریقہ میں واقع عرب ممالک

(۱۳) مصر (۱۴) سوڈان (۱۵) لیبیا (۱۶) تیونس (۱۷) الجزائر (۱۸) مغرب (۱۹) موریتانیا (۲۰) صومالیہ (۲۱) جیبوتی (۲۲) جزر القمر

ان میں سے کئی ممالک تیل کی دولت سے مالا مال ہیں جن میں اس وقت تقریباً پچاس لاکھ سے زیادہ پاکستانی شہری ملازمت اور روزگار کیلئے مقیم ہیں اور اپنے وطن عزیز کے لئے قیمتی زرمبادلہ کما رہے ہیں۔ حکومت پاکستان اور ان پاکستانیوں کو شب وروز سرکاری اور عوامی سطح پر ان ملکوں کی حکومتوں، ان کے قومی ونجی اداروں اور برادر عوام کے ساتھ روابط قائم کرنا ہوتے ہیں اور یہ روابط زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دین، تعلیم، تجارت، محنت، خارجہ امور، داخلہ امور، اطلاعات، فوجی تعلقات، سفارتی تعلقات، سفارتی وفود کا تبادلہ اور طرح طرح کے اجتماعات اور کانفرنسز کا انعقاد وغیرہ وغیرہ، غرضیکہ ہمیں ہر ہر لمحہ ان ممالک سے طرح طرح کا لین دین کرنا ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ ان ممالک کے باشندے ہمارے مسلمان بھائی ہیں اور ہم دینی، شرعی اور اخلاقی طور سے ان کے ہر دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں۔

پھر یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ ان ممالک کے مسلم عوام اور حکومتیں ہر اہم اور نازک موقع پر ہمیشہ پاکستان کی سیاسی حمایت اور تائید کرتے رہے ہیں اور بوقت ضرورت ہمیں گرانقدر مالی اور سیاسی امداد دیتے آئے ہیں۔

اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ متعدد عرب ممالک سرکاری سطح پر اور اپنی اسلامی تنظیموں کی وساطت سے ہماری اسلامی درسگاہوں اور رفاہی تنظیموں کو گرانقدر مالی امداد اور عطیات دے کر ان سے بے مثال تعاون کرتے رہتے ہیں۔

ان حقائق کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم ان بائیس برادر عرب ملکوں کے ساتھ اپنے ان گوناگوں اور گہرے تعلقات کا ادراک کریں اور سرکاری اور عوامی سطح پر ان کی سرکاری زبان عربی کو مناسب اہمیت دیں اور اس کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے تعلیمی اداروں اس کی تدریس وتعلیم کا اچھا انتظام کریں۔ اور اپنے تمام شعبوں کو مزید ترقی دینے کے لیے اپنے ماہرین اور افسروں کو عربی زبان کی اچھی تعلیم وتربیت دیں تاکہ وہ ان ممالک سے زیادہ گہرے روابط کو فروغ دے سکیں۔ ہم ایسے اقدامات کر کے اپنے ملک اور معاشرے کی معاشی خوشحالی اور ترقی میں خاطر خواہ اضافہ کر سکتے ہیں۔

۵۔عربی زبان! اسلامی مدارس کے غریب طلبہ کی معاشی خوشحالی کا ذریعہ:

اسلامی مدارس میں درس نظامی کی تعلیم پانے والے بچے زیادہ تر بلکہ سبھی غریب خاندانوں اور پسماندہ علاقوں سے آتے ہیں۔ مدارس کے ناظمین انہیں مناسب رہائش، خوراک اور تعلیم کی تمام سہولیات عموماً بلا معاوضہ فراہم کرتے ہیں۔ ان کی اچھی تعلیم کے علاوہ دین اسلام کے احکام وآداب کے مطابق ان کی دینی واخلاقی تربیت بھی کرتے ہیں۔ یوں یہ خوش نصیب بچے اداروں کے اچھے ماحول میں ناظمین ومعلّمین کی مسلسل توجہ اور محنت سے بہتر مستقبل کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اسلامی مدارس کے طلبہ کے کردار وشخصیت کی اچھی تعمیر ان درسگاہوں کی ایسی بے مثال خدمت اور امتیاز ہے جس کا اعتراف سب لوگ کرتے ہیں۔

ملک کے غریب بچوں اور طلبہ کی اس کفالت اور تربیت میں مدارس ایک نہایت مفید اور مبارک اضافہ کر سکتے تھے (اور اب بھی کر سکتے ہیں)۔ اور وہ یہ کہ انہیں عربی زبان کی اچھی اور معیاری تعلیم وتربیت دینے کا اہتمام کیا جاتا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے مدارس، معلّمین، طلبہ اور ملک وقوم سب کے لیے بے شمار برکات اور فوائد رکھے ہیں۔ انہیں عربی کی اچھی تعلیم دینے سے اندرون ملک بے شمار سرکاری وغیرسرکاری ادارے ان کی خدمات سے استفادہ کرتے اور ملک سے باہر بھی ۲۲ عرب ملکوں میں طرح طرح کی خدمات انجام دینے کے قابل ہوتے۔ نتیجتاً ان کی ذاتی اور خاندانی زندگی میں معاشی ترقی اور خوشحالی آتی اور پورے ملک پر اس کے اچھے نتائج مرتب ہوتے۔ لیکن چونکہ ہمارے ان قابل قدر اداروں میں صدیوں پرانی کتابوں اور نصاب تعلیم کی تدریس ہوتی ہے اس لیے ان کے معلّمین بچوں کو عربی زبان کی معیاری تعلیم دینے سے قاصر رہتے ہیں اور وہ آج کے جدید تقاضوں اور ضروریات کے مطابق تعلیم وتربیت دینے کے اہل نہیں بنتے۔

بہرحال اب بھی ہمارے اسلامی مدارس، کالجز اور یونیورسٹیاں اپنے طلبہ کو عربی زبان کی معیاری تعلیم دے کر ان مشاغل اور فرائض کے لیے تیار کر سکتے ہیں۔

(۱) عربی زبان کے اچھے معلّمین ومعلمات (عربی زبان، تجوید وقراءت اور ناظرہ قرآن کی تدریس کے لیے)

(۲) عربی۔اردو مترجمین

(۳) عربی۔انگلش مترجمین

عربی کا اچھا معلم/ معلّمہ میٹرک پاس کرنے کے ساتھ ایک دو سال میں تیار ہوسکتا ہے۔ البتہ تحفیظ القرآن، تجوید وقراءت اور ناظرہ قرآن کریم کے معلّمین کو چار ماہ میں عربی زبان بولنے کی اچھی تربیت دی جا سکتی ہے۔ جبکہ میٹرک پاس طالب علم کو دو اڑھائی سال میں اچھا مترجم تیار کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ نیا اور موزوں نصاب مرتب کیا جائے۔ درس نظامی کا نصاب یہ کام نہیں کر سکتا۔

(۴) ضرورت کے وقت اسلامی مدارس کے طلبہ ڈرائیونگ، کمپیوٹر کمپوزنگ، نرسنگ، کلنگ، بجلی، پلمبرنگ، بلڈنگ، ریپیرنگ، پینٹنگ وغیرہ کوئی ٹیکنیکل ہنر سیکھ کر اس کے ساتھ ایک ماہ کا عربی بول چال کورس کرکے عرب اداروں میں مناسب خدمت اور ترقی کر سکتے ہیں۔

۶۔عربی کے پاکستانی علماء اور محققین کی علمی ترقی کا ذریعہ عربی زبان!

ہمارے اس علاقے کے ملکوں پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش اور افغانستان کے محل وقوع اور ان کی جغرافیائی اور تاریخی وعلمی اہمیت کی وجہ سے ہمارے علماء، مفکرین و ماہرین کے لیے اسلامی وعصری علوم میں مہارت اور ترقی کے بے شمار مواقع موجود ہیں، اور گذشتہ نصف صدی میں ہماری ذہین اور قابل لوگوں نے ادب، سیاست، صنعت، مواصلات، سائنس، میڈیکل سائنس اور ایٹمی ٹیکنالوجی کے میدانوں میں ترقی او رایجادات کر کے اپنی قابلیت کا لوہا منوایا ہے۔ لیکن اس عرصے میں ان تمام ملکوں میں عربی زبان اور اسلامی علوم کی تحقیق وترقی پر کام مقابلتاً بہت کم ہوا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان علوم کی تحقیق وترقی کا ذریعہ عربی زبان تھی اور اس پر پورے خطے میں

معدودے چند درسگاہوں کے سوا سب تعلیمی اداروں (یونیورسٹیوں اور اسلامی مدارس و جامعات) میں اسلامی علوم اور عربی کے شعبوں پر صدیوں پرانا جمود طاری رہا۔ اور یہ جمود ہمارے پیارے وطن مملکت پاکستان کے اسلامی مدارس اور اکثر یونیورسٹیوں کے نصاب تعلیم اور طریقہ تدریس پر اب تک جاری ہے۔

آیئے دیکھیں گذشتہ نصف صدی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے لیے عربی زبان اور علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس کو جدید خطوط پر استوار کرنے اور ترقی دینے کے یکے بعد دیگرے کئی مثبت اور مفید مواقع پیدا ہوتے رہے، مثلاً

(۱) مملکت پاکستان کا قیام

اولاً: ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مسلمانوں کی عظیم جدوجہد اور بے پناہ قربانیوں کے نتیجے میں اس نئی مملکت پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور کہا یہ گیا کہ یہ اسلامی ریاست ہوگی اور اس کا نظریہ اسلام ہوگا ہے۔ اس کے بانیوں اور رقائدین نے اس کے دستور میں پوری قوم سے عہد کیا کہ وہ اسلامی علوم کو جدید خطوط پر ترویج اور فروغ دیں گے۔

ثانیاً: اس عظیم نوزائیدہ مملکت کے قیام سے اس میں اسلامی علوم اور عربی زبان کی اچھی ترویج و اشاعت کی شدید ضرورت اور اچھے مواقع پیدا ہوئے کہ اس کے قرب و جوار میں موجود متعدد عرب ممالک سے سیاسی، سفارتی، تجارتی اور متنوع تعلقات کی ضروریات کی تکمیل کا ایک بدیہی تقاضا یہ تھا کہ ہماری حکومت اور ادارے عربی زبان کو فروغ دیتے۔

(۲) اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ اور دیگر عرب یونیورسٹیوں کا قیام:

نصف صدی قبل عالم اسلام کی مشہور دانشگاہ الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ (سعودی عرب) کا قیام عمل میں آیا تو ہمارے نوجوانوں اور علماء کے لیے پہلی بار خالص عربی ماحول میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کا وسیع موقع میسر آیا۔ اس سے قبل جامعۃ الازہر میں بھی کئی علماء تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اسلامی یونیورسٹی مدینہ کی تاسیس کے بعد سعودی عرب میں تعلیم و تربیت کا سنہری دور شروع ہوا اور کئی دوسری یونیورسٹیاں مثلاً جامعۃ الملک عبدالعزیز جدۃ، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، ریاض، جامعۃ الملک سعود ریاض، جامعۃ أم القری مکۃ المکرّمۃ قائم ہوئیں۔ تو ان کے اسلامی علوم اور عربی زبان کے شعبوں میں پاکستانی طلبہ کی بہت بڑی تعداد کو تعلیم و تربیت کے وسیع مواقع میسر آئے۔ علاوہ ازیں جامعۃ الازہر، دارالعلوم قاہرہ، نیز عراق، کویت، شام، لیبیا وغیرہ کے اداروں میں پاکستانی طلبہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق گذشتہ نصف صدی میں ان عرب اداروں سے استفادہ کرنے والے پاکستانی طلبہ، علماء اور ڈاکٹرز کی تعداد تقریباً پانچ ہزار سے زیادہ ہوگی۔

(۳) سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کی گرانقدر مالی اعانت:

اس میدان میں سعودی عرب نے پاکستان کے علماء و محققین اور اداروں سے ایک اور گرانقدر تعاون یہ کیا کہ اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ اور دیگر سعودی جامعات سے تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ، علماء اور ڈاکٹرز کی اس عظیم تعداد کی تعلیم کے اخراجات برداشت کرنے کے علاوہ سعودی عرب کی حکومت اور دیگر رفاہی اور تبلیغی اداروں مثلاً رابطۃ العالم الاسلامی سعودی وزارت امور دینیہ کے مکتب الدعوۃ الاسلامیۃ، ہیئۃ الاغاثۃ العالمیۃ، ندوۃ الشباب الاسلامی وغیرہ نے ان پاکستانی علماء کی بہت بڑی تعداد کو پاکستان یا دیگر ممالک میں دعوت و تبلیغ اور مسلمان نوجوانوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کی خدمات انجام دینے کے لئے معقول تنخواہ پر مبعوث متعین کرتے رہے، اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

(۴) جمہوریۃ مصر العربیۃ کے معلمین اور ماہرین کی آمد:

ہمارا برادر مسلم ملک جمہوریۃ مصر العربیۃ گذشتہ تقریباً نصف صدی سے ہمارے اسلامی مدارس، پاکستانی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عربی زبان کی اچھی تعلیم و تربیت کے لئے اپنے معلمین اور مختلف اسلامی علوم کے ماہرین و محققین کی معقول تعداد کو بھیج رہا ہے۔ اور ان وفود کی آمد اب تک جاری ہے۔ ان وفود کی آمد اور تقرری کے تمام اخراجات جمہوریۃ مصر العربیۃ خود یا دوسرے برادر عرب ممالک کے تعاون سے ادا کرتا ہے۔



تذکرہ علمائے اہل حدیث

قسط نمبر ①

فاتح شیعیت مناظر اسلام مولانا محمد صدیق بلوچ رحمہ اللہ

مولانا محمد عبید اللہ خاں عفیف

اِک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی — شب کی سنگین سیاہی کو مبارک کہہ دو

میانہ قد وقامت، لحیم وشحیم جسامت، چہرہ بشرہ میں وجاہت، گوری رنگت، بھاری بھرکم شخصیت، مرنجاں مرنج طبیعت، موٹی موٹی سرگیں آنکھیں، بھاری بھاری بھنوؤں والی کشادہ جبیں، گھنگریالے بال، گھنی اور چوڑی داڑھی۔ دیہاتی طرز کا سفید لباس، قراقلی کی ٹوپی، ساندل بار کے بلوچوں والا روایتی لب ولہجہ، امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ، گفتگو میں رزانت، زبان میں حلاوت، آواز میں رعب وجلال، بلند پایہ خطیب، مسلک اہل حدیث کے نقیب، مرکزی جمعیت اہل حدیث کے بانی رکن اور نائب امیر، جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث، وکیل صحابہ، فاتح شیعیت، مناظر اسلام اور مرکزی مسجد اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد کے خطیب!

یہ تھے مولانا محمد صدیق بلوچ جن کا انتقال پر ملال ۱۰ صفر ۱۴۱۰ھ الموافق ۱۲ ستمبر ۱۹۸۹ء بروز منگل بعد نماز ظہر ۳ بجے گلبرگ کالونی ڈی بلاک فیصل آباد میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہٖ واعف عنہ وادخلہ الجنۃ الفردوس. آمین

ا۔ نام ونسب:

محمد صدیق بن دارا خاں بن مراد خاں بن پنجے خاں بن چھٹو خاں۔ آپ کے آباء واجداد موضع گل کورائی ضلع جھنگ میں آباد تھے پھر اپنے قدیمی گاؤں موضع گل کورائی سے سندھ چلے گئے۔ پھر سندھ سے واپس آکر جوہڑ کرپالہ میں علاقہ تاندلیاں والا میں آباد ہو گئے۔ موضع کرپالہ کا اصل نام جھوک دارا خاں تھا جو آپ کے والد دارا خاں نمبردار نے بسایا تھا۔

نوٹ: مولانا مرحوم سے میری آخری ملاقات آپ کی وفات حسرت آیات سے دو تین ہفتہ پہلے ہوئی اور یہ ملاقات انٹرویو ہی کے لیے ہوئی تھی۔ سطور ذیل (مقالہ) اسی انٹرویو پر ہی مشتمل ہے۔ سوائے سرگودھا کے ڈپٹی کمشنر کی جانب داری پر مبنی واقعہ کے۔

۲۔ ولادت اور خاندان:

آپ منڈی تاندلیاں والا کے ایک نواحی گاؤں چک ۴۲۱ گ ب جھوک کرپالہ کے نمبردار دارا خاں ولد مراد خاں کورائی کے گھر پیدا ہوئے اور تاریخ ولادت ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ الموافق ۴ فروری ۱۹۲۱ء ہے۔ چوں کہ آپ کا خاندان میر جلال خاں بلوچ کے منجھلے بیٹے کورا خاں کی اولاد ہے اس لیے اپنے جد اعلیٰ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے کورائی بلوچ کہلاتا ہے۔ جب دریائے راوی موضع سید والا سے آگے ضلع فیصل آباد کو اوکاڑا اور ساہیوال کے اضلاع سے چیرتا ہوا چیچہ وطنی کا رخ کرتا ہے تو اس کی دونوں جانب بلوچ برادری بہ کثرت آباد ہے مگر چک ۱۲۱ ایک آر دکا پورا گاؤں، چک ۱۱۵۔ ایک آر کے مولوی نور اللہ خاں ہوت اور باما بالا کے چند اہل حدیث خواتین کو چھوڑ کر باقی تقریباً تمام بلوچ برادری یا تو مشرک اور قبر پرست حنفی ہے یا پھر شیعہ ہے۔ آپ کے والد بزرگوار دارا خان مرحوم اچھے خاصے زمیندار اور گاؤں کے نمبردار ہونے کے باوصف اگرچہ شرافت ومروت کے پیکر، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور شب زندہ دار

انسان تھے مگر تھے حنفی مسلک۔

۳۔ میاں کریم بخش سنار:

میں نے سوال کیا کہ حضرت! آپ کے والد بزرگوار کب اور کیسے اہل حدیث ہوئے؟ تو آپ نے فرمایا کہ دوسرے تمام بلوچوں کی طرح ہم بھی حنفی مقلد تھے، میرے والد بزرگوار نے میاں کریم بخش سنار کے عقیدہ ومسلک اور ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلک اہل حدیث قبول کیا تھا۔ یہ کریم بخش کون تھے؟ تو فرمایا میاں کریم بخش سنار شرقپور کلاں کے باشندے تھے اور مسلکاً اہل حدیث تھے، جب کہ شرقپور کی تمام آبادی حنفی مسلک اور قبر پرست تھی اور احناف کو بوجہ تقلید شخصی حدیث رسول ﷺ اور اہل حدیث جماعت کے ساتھ جو روایتی دشمنی چلی آ رہی ہے وہ یہاں بھی اپنا رنگ دکھا گئی۔ یعنی محض اس وجہ سے کہ میاں کریم بخش عامل بالحدیث کیوں ہے؟ حنفی مقلد کیوں نہیں۔ شرقپور کے مقلدین اور قبوریین نے اس موحد اور متبع سنت انسان کے خلاف علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا کہ

؎ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اس ظالم اور جاہل مجسٹریٹ نے دباؤ میں آ کر غالی حنفیوں اور قبر پرستوں کی خوشنودگی کی خاطر اس بیچارے کو محض اس جرم بے گناہی میں کہ وہ حنفی مقلد کیوں نہیں؟ علاقہ بدر کر دیا۔

میاں کریم بخش صاحب غریب الوطنی کی حالت میں چلتے چلتے ہمارے گاؤں پہنچے، حسن اتفاق سے والد محترم سے ملاقات ہوئی۔ والد محترم جب ان کی بپتا سے واقف ہوئے تو ان کی حالت زار پر ترس کھا کر اپنے گھر کے متصل ان کے لیے رہائشی مکان تعمیر کر دیا۔ میاں صاحب موصوف پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اور یوں ان کی پر خلوص تبلیغ اور فیض صحبت سے میرے والد اور چند دوسرے خوانین نے اہل حدیث مسلک قبول کر لیا۔ اب بحمد للہ گاؤں میں اچھی خاصی جماعت ہے۔ مسجد اہل حدیث ہے۔ یہ سارا کریڈٹ اسی میاں کریم بخش سنار رحمہ اللہ کو جاتا ہے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ جنۃ الفردوس

۴۔ آغازِ تعلیم:

چوں کہ آپ کھاتے پیتے باپ کے بڑے بیٹے تھے۔ ناظرہ قرآنِ کریم اور پرائمری تک پڑھنے کے بعد تعلیم بند کر کے شکار کے شوق میں کھو گئے۔ اسی دوران شادی ہو گئی۔ ان دنوں جھوک کٹو کے میاں حسن آنے جانے لگے۔ وہ پنجاب کے مقبول عام اہل حدیث شاعر مولوی عبدالستار رحمہ اللہ کی مشہور ترین کتاب ''اکرامِ محمدیؐ'' کے اشعار بڑی لے کے ساتھ پڑھتے تھے۔ مجھے ان کے اشعار سن کر دینی تعلیم کا شوق چرایا۔ چناں چہ میں پنجاب کے مشہور ترین اہل حدیث عالم دین میاں محمد باقر طور رحمہ اللہ (جو مسند وقت اور استاذ پنجاب شیخ حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور فیض یافتہ تھے اور راقم کے جد امجد حضرت مولانا محمد اسماعیل بلوچ کے شاگرد تھے) کی ترغیب وتشویق پر ان کے مدرسہ خادم القرآن والحدیث جھوک دادو طور میں داخل ہو گیا۔

وہاں سے مولانا دین محمد صاحب فاضل مدرسہ ڈابھیل سے گلستان، بوستان، زلیخا، علم صرف میں فصولِ اکبری، شافیہ، علم نحو میں شرح جامی، منطق میں سلم العلوم اور فلسفہ میں شمس بازغہ تک کتابیں پڑھیں۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں دوسرے اساتذہ سے پڑھیں۔ اور صحیح البخاری اسی مدرسہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ابوالحسن عبداللہ بڈھی مالوی المتوفی ۱۹۸۷ء سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

بعد ازاں محقق شہیر شیخ الحدیث والتفسیر حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی المتوفی ۱۹۵۶ء اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی المتوفی ۱۳۸۷ھ سے بھی فیض حاصل کیا۔ اسی دوران شارح مشکوٰۃ (تنقیح الرواۃ کی آخری جلدیں) مولانا شرف الدین محدث دھلوی المتوفی ۱۳۸۱ھ میاں باقر مرحوم کی دعوت پر منڈی تاندلیاں والا میں قیام پذیر ہوئے۔ تو دوسری دفعہ ان سے صحیح بخاری پڑھ کر سند اجازت حاصل کی۔ ان دنوں محدث زماں، بیہقی دوراں حافظ الحدیث والقرآن وشیخنا وشیخ العرب والعجم حافظ محمد [۱] اعظم محدث گوندلوی رحمہ اللہ المتوفی ۱۴۰۵ھ

(۱) اس ہیچ میرز اور راقم الحروف کو حضرت شیخنا محدث گوندلوی رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ میں نے حضرت الشیخ سے سنن ابی داؤد، موطا امام مالک اور صحیحین پڑھی ہیں اور فروری ۱۹۶۱ء کو آپ سے سند اجازت کا اعزاز حاصل کیا۔ والحمد لله علی ذالك . عفیف

کے درس بخاری کا بڑا شہرہ تھا۔ اور حضرت موصوف ان دنوں مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا میں شیخ الحدیث تھے۔

چناں چہ میں ان کے حلقہ تلمذ میں شامل ہونے کے شوق فراواں میں کشاں کشاں اوڈاں والا پہنچ گیا۔ وہاں ان سے تیسری دفعہ صحیح بخاری پڑھ کر قند مکرر کا لطف پایا اور سند اجازت حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا محمد صادق خلیل، پیر محمد یعقوب شیخ الحدیث جامعہ اثریہ شہر جہلم اور مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ جو عمر بھر مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا کے شیخ الحدیث رہے، مرحوم بلاشبہ نمونہ سلف صالحین تھے۔ اللہ اغفر لہ وارحمہ . ان کے ہم درس تھے۔

غرضیکہ میاں محمد باقر طور مرحوم جیسے مربی کی تربیت، مولانا میر سیالکوٹی جیسے محقق ومفسر، مولانا شرف الدین دہلوی جیسے محدث عصر، بیہقی الزماں حضرت گوندلوی رحمہ اللہ جیسے مسند وقت، حافظ ابوالحسن عبداللہ بڈھیمالوی جیسے استاذ اور مولانا اسماعیل سلفی جیسے محقق اور غیور وجسور اہل حدیث قائد کی شاگردی نے آپ کو کندن بنا دیا۔ رحمہم اللہ

۵۔ جماعتی خدمات اور آغازِ خطابت:

اگر چہ آپ ذہن رسا اور ثاقب حافظہ کی وجہ سے جید عالم دین اور لغت عربی میں خاصی مہارت کے مالک تھے اس لیے عربی ادب وانشاء اور تصنیف وتدریس کے میدان میں بہت سی منزلیں طے کرسکتے تھے مگر آپ کی کچھ برادری چوں کہ شیعہ تھی۔ اور اس کے ساتھ آئے دن کی مسلکی مڈبھیڑ نے آپ کی توجہ وعظ وتبلیغ اور مناظرہ کی طرف موڑ دی۔ دورانِ تعلیم ہی جھوک کٹو میں خطابت شروع کردی۔ بعد ازاں اپنے گاؤں میں خطابت کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ مسئلہ خلافت، مقام صحابہ رضی اللہ عنہم، تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم اور روافض وشیعت آپ کے پسندیدہ مواضیع تھے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آجانے کے بعد جب ضیغم جماعت اور شیر بیشہ توحید وسنت سیّد محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ متوفی ۱۹۶۳م، شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی المتوفی ۱۳۸۷ھ، شیخ المشائخ حضرت گوندلوی، شارح نسائی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی المتوفی ۱۹۸۷ء، مولانا محی الدین احمد قصوری المتوفی ۱۹۷۱ء، حاجی محمد اسحاق حنیف المتوفی ۱۹۶۹م، مولانا محمد حنیف ندوی المتوفی ۱۹۸۷ء رحمہم اللہ اور دوسرے اکابر واعیان اہل حدیث نے مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کی تشکیل فرمائی۔

چوں کہ حضرت غزنوی اور حضرت سلفی رحمہما اللہ استقلال وطن کے لیے انگریز سامراج کے خلاف کانگریس اور مسلم لیگ وغیرہ سیاسی پارٹیوں میں بحیثیت قائد سیاست کی وادی پر خار میں اپنی سیاسی بصیرت اور تنظیمی قابلیت کا لوہا منوا چکے تھے۔ لہٰذا جماعت اہل حدیث کے ان اعیان اور دانایان نے گہری سوچ وبچار کے بعد ان دونوں بزرگوں کو مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کا صدر اور سیکرٹری جنرل چن کر افراد اہل حدیث کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے پروگرام ترتیب دے کر تنظیمی دوروں کا آغاز کردیا۔ آپ اسی وقت سے بنیادی رکن، رکن مجلس عاملہ قرار پائے اور بعد ازاں نائب امیر مرکزی جمعیۃ ٹھہرے۔

جب حضرت غزنوی رحمہ اللہ بحیثیت صدر مرکزی جمعیت اہل حدیث تنظیمی دورہ پر منڈی تاندلیاں والا میں تشریف لائے تو حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ کو غلہ منڈی تاندلیاں والہ کی مرکزی مسجد میں خطابت کا حکم فرمایا تو آپ نے وہاں خطابت شروع کردی اور اسی دوران ۱۹۵۲ء فریضہ حج کی سعادت حاصل کرلی اور زیارت حرمین شریفین سے سرفراز ہوئے۔

۶۔ مرکزی مسجد اہل حدیث امین پور بازار:

تشکیل پاکستان سے قبل فیصل آباد (لائل پور) شہر میں جماعت اہل حدیث نہ ہونے کے برابر تھی اور غالباً شہر میں ایک بھی اہل حدیث کی مسجد نہ تھی۔ خدا بھلا کرے مولانا عبدالواحد کا کہ انہوں نے اس بنیادی ضرورت کا احساس کر کے دو دو اور چار چار آنے چندہ اکٹھا کر کے بصد مشکل امین پور بازار میں ایک پلاٹ حاصل کر کے بے سروسامانی کے عالم میں محض توکلاً علی اللہ مسجد اہل حدیث کی بنیاد رکھی۔ پھر کئی برسوں کی پیہم کاوشوں اور جہد مسلسل کے بعد اس کی تعمیر مکمل کرنے میں بتوفیق اللہ کامیاب ہوئے۔ اور یوں اہل حدیث مکتب فکر کو شہر میں ایک جماعتی اور تبلیغی مرکز نصیب ہوا۔ مولانا

عبدالواحد رحمہ اللہ اس دن سے لے کر آخر تک اس اپنی تعمیر اور آباد کردہ مسجد کے متولی اور پیش امام چلے آئے اور حسب استطاعت درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھے رہے۔ آپ بڑے راسخ العقیدہ اہل حدیث عالم دین، خوش اخلاق، راست مقال، سلفی منہج کے امین اور بڑے مہمان نواز بزرگ تھے۔

۷۔ مولانا محمد صدیق کا اس مسجد میں ورود مسعود:

جب جماعتی تنظیم کا کام ایک حد تک مکمل ہو چکا اور جمعیۃ اہل حدیث کا قافلہ خراماں خراماں اپنی منزل کی طرف چل نکلا تو اب اہل حدیث کے روشن مستقبل کی خاطر ایک ایسی فکری، علمی اور مرکزی دانش گاہ کا احساس ہوا جہاں ایسے مدرسین، محققین، علماء، خطباء، مناظر، مصنف اور دانشور تیار ہوں جو عصری تقاضوں اور جدید مسائل کے ادراک کے ساتھ سلفی منہج اور اہل حدیث عقیدہ ومسلک کے امین اور محافظ ثابت ہوں۔ اور پھر یہ دانش گاہ ملک کے ایسے مرکزی شہر میں ہو جہاں ذرائع مواصلات اور آمد ورفت کی تمام سہولتیں میسر ہوں۔

ان تمام باتوں کے پیش نگاہ جمعیۃ اہل حدیث کے فرزانوں اور دانشوروں کے فیصلہ کے مطابق ۱۹۵۵ء فیصل آباد میں ایک وسیع وعریض قطعہ اراضی پر اس دانش گاہ کی بنیاد رکھی گئی اور سلفی منہج کی یاد تازہ رکھنے کے لیے بطور براعۃ استہلال اس دانش گاہ کا نام جامعہ سلفیہ تجویز کیا گیا اور جب تاسیس کے ایک سال بعد ہنگامی بنیادوں پر طلباء جامعہ سلفیہ کی پڑھائی اور قیام کا انتظام شہر کی اسی مرکزی مسجد میں کیا گیا تو بقول مولانا محمد یعقوب بھامبڑوی رحمہ اللہ کے مسجد کی خطابت اور طلباء کی نگرانی کے لیے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت لاحق ہوئی جو کامیاب خطیب ہونے کے علاوہ مدبر اور منتظم بھی ہو۔ لہٰذا فیصل آباد کی شہری جمعیۃ نے حضرت غزنوی رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ وہ مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ کو حکم دیں کہ وہ فیصل آباد چلے آئیں اور مسجد کی خطابت کے ساتھ ساتھ جامعہ سلفیہ کا اہتمام بھی سنبھال لیں۔

فیصل آباد کی شہری جمعیۃ کی یہ درخواست چوں کہ اپنے اندر بڑا وزن رکھتی تھی اس لیے حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے اس درخواست کو قبول فرما کر مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ کو فیصل آباد چلے آنے کی ہدایت کردی۔ لہٰذا مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ فیصل آباد تشریف لے آئے اور دونوں ذمہ داریاں قبول کر کے اپنے کام کا آغاز کردیا۔ جامعہ سلفیہ کے انتظام وانصرام میں مولانا صاحب استکار ثابت نہ ہو سکے جس کی بڑی وجہ اس دور کی جمعیۃ طلباء اہل حدیث کے عہدہ دار جو کہ منتہی طلباء تھے اور بعض اساتذہ کی باہمی رقابتیں اور اختلاف تھے۔

راقم الحروف اس دلخراش داستان کا عینی شاہد ہے اور اس داستان میں بعض پردہ نشینوں کے نام بھی بصورت راز میرے سینہ میں محفوظ ہیں۔ جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ چوں کہ یہ جملہ معترضہ بھوائے مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات اشارہ پر ہی اکتفا کرتے ہوئے آگے چلتا ہوں۔ آپ جب فیصل آباد تشریف لائے تو اس وقت اگرچہ پانچ سات اہل حدیث مساجد میں خطبہ جمعہ پڑھا جاتا تھا۔ مگر دوسرے مکاتب فکر کے مقابلہ میں اہل حدیث مکتب فکر بڑا کمزور تھا۔ پورے شہر پر مولوی سردار احمد بریلوی کا تسلط تھا۔ دیو بندی مکتب فکر بھی ٹھیک ٹھاک تھا۔ شیعہ میں بھی دم خم موجود تھا۔ مگر اہل حدیث مکتب فکر کو ابھی تک خوابیدہ جذبوں کو انگیخت کرنے والے اور جماعتی ولولوں کو مہمیز لگانے والے کسی شیر دل اور بھاری بھرکم شخصیت اور شعلہ نوا خطیب کا انتظار تھا۔

مولانا جماعت کے حسین خوابوں کی صحیح تعبیر ثابت ہوئے۔ مولانا نے شہر میں آتے ہی حالات کا جائزہ لیا اور مسلک اہل حدیث کی تبلیغ وترویج اور جماعتی ترقی کا خاکہ تیار کیا۔ اور اس خاکہ میں حضرت مولانا محمد اسحاق چیمہ رحمہ اللہ کی فراست واصابت رائے، مولانا عبید اللہ احرار رحمہ اللہ کی سیاسی بصیرت وجرأت، مناظر اسلام حضرت مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ کی علمی سرپرستی، مولانا محمد رفیق مدنپوری متوفی ۱۹۸۱ء کی متانت وتبلیغی لیاقت اور شیخ سعید الفت مرحوم کی جماعتی

شاعری کے گونا گوں رنگ بھر کر اس خاکہ کو مکمل کیا اور ساتھ ہی چوہدری عبدالخالق چیمہ، ماسٹر حبیب اللہ، ماسٹر فتح محمد، مولوی محمد یوسف انور، شیخ عبدالقادر، شیخ عبدالحنان اور دوسرے نوجوانان اہل حدیث کو از سرنو منظم کر کے شبان اہل حدیث کے پلیٹ فارم پر جمع کیا پھر ان بزرگوں اور جوانوں کے باہمی تعاون سے جماعتی دعوت کو عام کرنے اور اہالیانِ شہر کو مسلک اہل حدیث سے روشناس کرنے کے لیے مسلسل دعوتی جلسوں اور تبلیغی پروگراموں کی طرح ڈالی۔

شہر کے ایک ایک بازار، ایک ایک محلّہ اور ایک ایک گلی میں جلسے منعقد کیے۔ حتی کہ بریلویت کے گڑھ یعنی لسوڑی شاہ کی قبر کے متصل بھی جلسہ کر ڈالا۔

بادہ خواری کا کیا قبر مغاں پہ جلسہ
اس سال ہم نے بڑی دھوم سے توڑی توبہ

ہر ایک جلسہ میں عقیدہ توحید کا اثبات، شرک کی مذمت، اتباع سنت کا وجوب اور تقلید شخصی کی پر زور مدلل تردید ہوتی۔ جلسے کے اختتام پر مخالفین کے سوالات کے جوابات بھی دیے جاتے۔ اور سامعین کے کام ودھن کا مزا تبدیل کرنے کی غرض سے گاہے گاہے حافظ اسمٰعیل روپڑی ؒ، سیّد عبدالغنی شاہ المتوفی ۱۹۶۹ء، حافظ اسماعیل ذبیح، مولانا محمد یحییٰ حافظ آبادی متوفی ۱۹۷۴ء، مولانا علی محمد صمصام اور حافظ عبدالقادر روپڑی ؒ کو خطاب کے لیے مدعو کیا جاتا۔ اور ساتھ ہی مولوی سردار احمد بریلوی اور دوسرے مکاتب فکر کے سربرآوردہ علماء کو مذاکرات اور تبادلہ خیال کی دعوت دی جاتی۔

چوں کہ یہ تمام مساعی سراسر لوجہ اللہ اخلاص پر مبنی تھیں لہٰذا بہت ہی جلد مولوی سردار احمد بریلوی اور شیعہ ذاکرین کی ہوا اکھڑ کر رہ گئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلک اہل حدیث ایک تناور درخت ﴿کشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها فى السماء﴾ کا حسین منظر مخالفین کی آنکھوں کو خیرہ کرنے لگا۔ بلاشبہ ان تمام مسلکی سرگرمیوں اور جماعتی ترک تازیوں میں مولانا چیمہ، فاتح عیسائیت مناظر اسلام مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا محمد رفیق، مولانا عبیداللہ احرار ؒ اور شبان اہل حدیث کا بھی برابر کا حصہ ہے۔

کسی شخصیت کا چڑھانا مقصود ہے اور نہ کسی کو گرانا مطلوب۔ ہم بے جا خوشامد اور جانبداری سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں تاہم ہماری ناقص رائے میں شہر گوجراں والا میں مسلک اہل حدیث کی ترقی کا سہرا شیخ الحدیث مولانا اسمٰعیل سلفی ؒ کے سر ہے اور ملتان شہر میں جماعت اہل حدیث کا استحکام مناظر اسلام ملک ابوالحریز عبدالعزیز ملتانی المتوفی ۱۹۶۹ء کی مساعی جمیلہ کا نیک ثمرہ ہے اور شہر سیالکوٹ میں جماعتی ترقی حضرت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی اور حافظ محمد شریف ؒ کی جماعتی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ شہر لاہور میں اہل حدیث مکتب فکر کی ترقی، ملک بھر میں جماعتی بیداری اور نوجوانانِ اہل حدیث کی سیاسی انگڑائی علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید متوفی ۳۱ مارچ ۱۹۸۷ء کی ولولہ انگیز للکار، خطیبانہ یلغار اور جرأت گفتار کی مرہون منت ہے۔ ضلع ڈیرہ غازی خاں، مظفر گڑھ، بہاولپور ڈویژن میں مسلک کا بول بالا حضرت مولانا سلطان محمود بلوچ محدث جلال پور پیر والا المتوفی ۱۹۹۶ء کی ترک تازیوں کا پھل ہے۔ ٹھیک اسی طرح فیصل آباد میں مسلک اہل حدیث کی ترقی کی پر کیف بہاروں کا کریڈٹ مولانا محمد صدیق بلوچ ہی کو جاتا ہے۔ شہر کے دوسرے علماء اور مبلغین کی مساعی جمیلہ کا بخدا راقم کو اعتراف ہے تاہم آج شہر فیصل آباد اور اس کی کالونیوں میں ایک محتاط اندازے کے مطابق یک صد سے زائد مساجد اہل حدیث میں جمعہ کے خطبات پڑھے جارہے ہیں، اس کار خیر کی تمام خو بو مولانا محمد صدیق مرحوم ہی کے دم قدم کا نتیجہ ہے۔

تبلیغی اور دعوتی اسفار:

آپ ولولہ انگیز خطیب اور بے باک مقرر تھے۔ مقامی طور پر دینی اور مسلکی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے علاوہ بیرون جات، تبلیغی جلسوں، جماعتی اجلاسوں اور ملک گیر سالانہ کانفرنسوں میں تاصحت شرکت فرماتے رہے۔ مضمون مذہبی ہو، علمی یا سیاسی ایسا پرمغز

خطاب فرماتے، اپنا مضمون ایسی خوش اسلوبی اور حاضر دماغی سے نبھاتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے۔ اندازِ بیاں بڑا دل آویز مگر آواز میں ایسا رعب وجلال ہوتا کہ مجمع پر سناٹا طاری ہوجاتا۔ گھنٹوں مسلسل بولتے چلے جاتے مگر آواز اور انداز میں ذرا فرق نہ آتا۔ حکیم مولوی عبدالجبار محمدی رحمہ اللہ کے حوالے سے مولوی سلیمان انصاری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ لنگر مخدوم نزد طالب والا پتن ضلع جھنگ کے جلسہ پر مولانا صاحب نے خلافت راشدہ کے موضوع پر ۸ بجے سے ۱۲ بجے تک لگاتار چار گھنٹے خطاب فرمایا اور شیعی کتب کے حوالہ جات اس کثرت سے پیش فرمائے اور ایسے ستھرے اور مؤثر انداز میں سلیقہ کے ساتھ پیش کیے کہ حق وباطل کو سامعین نے گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ چوں کہ یہ علاقہ جانگلیوں کا ہے لہٰذا سامعین نے جھنگ کی روایتی بولی میں اس تقریر پر جو تبصرہ کیا وہ حسب ذیل ہے۔

''اسیں تے ایویں دوست محمد قریشی، عبدالستار تونسوی تے نورالحسن بخاری دے پچھے لگے وتے آں، مولوی تے ایہہ ہویا نا۔ سنھ توں کھرا چایا سوتے ٹوردا ٹوردا چوراں دے گھر جا گھتیا اے۔ تے آہندا اے ایہہ نے چور، تے پھڑ تسیں لوو۔ وت نمبردار دا پوتر جو ہویا تے ویہہ مکا چھڈی سو چار گھنٹے تقریر کیتی سو (نہ تھکیا نہ ہٹیا۔)''

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
''تمہیں'' سو گئے داستاں کہتے کہتے

غرضیکہ دہلی، کراچی، امرتسر، لدھیانہ، راولپنڈی، مانسہرہ، ایبٹ آباد، بالاکوٹ، سندھ اور پنجاب کے تمام اضلاع اور بڑے بڑے شہروں میں آپ کے تبلیغی اسفار رہتے تھے۔

۹۔ تدریسی خدمات:

اگرچہ آپ کا اصل میدان خطابت اور مناظرہ تھا۔ تاہم اپنے شیخ محترم حافظ عبداللہ محدث بڈھیمالوی رحمہ اللہ کے بعد آپ جامعہ سلفیہ کے کئی سال شیخ الحدیث رہے۔ انٹرویو کے درمیان آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے ۱۵۰ شاگرد مدینہ یونیورسٹی کے خریج ہیں۔ اور آج ملک اور عالم اسلام میں بطور مبعوث اسلام کی تبلیغ وترویج میں جتے ہوئے ہیں۔ تقبل اللہ مساعینا . (جاری ہے)

بشیر انصاری کو صدمہ

ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کے مدیر اعلیٰ محترم بشیر انصاری صاحب کے داماد کا گزشتہ دنوں گوجراں والا میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ...... جناب بشیر انصاری کے لیے یہ صدمہ جانکاہ یقیناً بڑا صدمہ ہے۔ احباب سے مرحوم کی مغفرت وبلندئ درجات کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔ ادارہ الاعتصام جناب انصاری صاحب سے تعزیت کرتا اور مرحوم کی مغفرت اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔ (محمد سلیم چنیوٹی)

جناب عطا محمد جنجوعہ کو صدمہ

الاعتصام کے معزز مضمون نگار جناب عطا محمد جنجوعہ کی ہمشیرہ محترمہ ۱۲/اپریل ۲۰۱۱ء بروز منگل وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ...... قارئین الاعتصام مرحومہ کی مغفرت وبلندئ درجات کے لیے دعا فرمائیں۔ (ادارہ)

مولانا رمضان یوسف سلفی کی والدہ کے لیے دعائے صحت

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی (فیصل آباد) کی والدہ محترمہ بعض عوارض کے باعث شدید علیل ہیں۔ احباب ان کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیے صحت کی خصوصی دعا فرمائیں۔ جزاکم اللہ...... (محمد سلیم چنیوٹی)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

اہل حدیث پر کچھ مزید کرم فرمائیاں

مصنف: عمر فاروق قدوسی

ضخامت: ۱۹۲صفحات

قیمت: ۱۴۰/-روپے

ملنے کا پتا: مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اہل علم ایک دوسرے سے علمی اختلاف کرتے چلے آئے، اب تک کررہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ عقائد کو اگر دلیل اور ثبوت کے ساتھ پیش کیا جائے تو اس کے سمجھنے اور اختیار کرنے میں آسانی ہوجاتی ہے۔ اگر عقائد کو کسی دوسرے پر ہٹ دھرمی، تعصب اور بغیر دلیل کے پیش کیا جائے یا استہزا و تمسخر کے دائرے میں آ کر لکھا جائے تو اس سے کوئی اچھا تاثر تو کیا الٹا اثر لے کر استہزا کرنے والے کی اپنی شخصیت مجروح ہوجاتی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب مسلک اہل حدیث پر بعض رکیک اور سوقیانہ ''کرم فرمائیوں'' کے نتیجے میں تحریر کی گئی ہے۔ لاہور کے ایک مشہور علمی گہوارے ''جامعہ اشرفیہ'' کے ایک فاضل اور خاندانِ لدھیانہ کے چشم وچراغ ''عبدالغنی طارق لدھیانوی'' نے اپنے کلام بے لگام کے ذریعے اپنے متعصّبانہ اندازِ تحریر کو اپناتے ہوئے ایک خیالی وفرضی کہانی ''شادی کی پہلی دس راتیں'' گھڑی ہے۔ اس کہانی میں ''جناب لدھیانوی'' نے جس انداز کو اختیار کیا ہے وہ ناشائستہ تو ہے ہی لیکن اس کو اہل علم کے شایانِ شان بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

محترم عمر فاروق قدوسی نے مولوی عبدالغنی طارق لدھیانوی کے اس اندازِ تحریر کا رد کیا ہے۔ تعصب میں لکھی گئی فرضی کہانی لکھتے لکھتے ''جناب لدھیانوی'' اسلامی تعلیمات پر بھی ''برستے'' نظر آتے ہیں۔ العیاذ باللہ

جناب قدوسی نے ان کے تعصب کو مدلل، مہذب اور ادبی رنگ میں پیش کیا ہے۔ ساتھ ساتھ مسلک اہل حدیث کی صحیح ترجمانی بھی کرتے جاتے ہیں۔ بعض ''لدھیانوی'' حضرات مرزا قادیانی کو اہل حدیث کے کھاتے میں ڈالتے رہے اور ڈالتے رہتے ہیں۔ جناب قدوسی نے مرزا قادیانی کو حنفی کھاتے میں بہ دلائل ثابت کر دکھایا ہے۔

اہل ذوق اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں۔ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ، مجلد ہے اور سفید کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔



غزل

میں شکوہ سنج ہوں کیوں خارِ غم کی ہے جو کسک
کہ دردِ عشق ہے اب دل کا جزوِ لاینفک
نگاہِ شوق یہی وقتِ آزمائش ہے
وہ سامنے ہے تجلی پلک نہ جائے جھپک
ابھی نگاہ کو تسکیں نہیں ہوئی اے دوست
کرم کیا ہے جو اتنا ذرا سی اور جھلک
جہانِ لالہ و گل کیا سمجھ سکے گا مجھے!
کہ سجدہ ریز رہے ہیں مرے حضور ملک
نہ جانے اب کے برس ہو گیا بہار کو کیا
دبی دبی سی چٹک ہے گھٹی گھٹی سی مہک
نہ اٹھ سکے گا کسی اور سے یہ بارِ گراں!
خدا کے واسطے دامن سے گردِ غم نہ جھٹک
شباب و حسن کی توبہ! یہ رنگ آرائی
ابھی لبوں پہ شفق ہے ابھی جبیں پہ دھنک
زمین و زن کی مساوات و اشتراک کا درس
جہاں میں زندہ ہوا پھر سے فتنۂ مزدک

(ماہرالقادری)